وقت میں یا سبب وجوب سے
ثابت ہونے والا وجوب جمیع فقہائے امت کے نزدیک وجوب ادا ہے۔

قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل

حقائق، مسلّمات و تعارضات
دفع الشبہات و رفع الاشکالات
مسک الختام لارباب الفقہ والاعلام

تالیف

مفتی رشید احمد فریدی

مدرسہ مفتاح العلوم تراج
ضلع سورت، گجرات، ہند

□

وقت میں یا سبب وجوب سے
ثابت ہونے والا وجوب جمیع فقہائے امت کے نزدیک وجوب ادا ہے۔

قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل

حقائق، مسلّمات و تعارضات
دفع الشبہات و رفع الاشکالات
مسک الختام لارباب الفقہ والاعلام

تالیف
مفتی رشید احمد فریدی
مدرسہ مفتاح العلوم تراج
ضلع سورت، گجرات، ہند
پن: 394315

تفصیلات

نام کتاب---------------- قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل

تألیف----------------- مفتی رشید احمد فریدی

کمپوٹر کتابت------------ حافظ عزیر سورت، مولوی نعیم سورت

سن اشاعت------------- ۱۴۳۴ھ

صفحات---------------- ۱۵۴

تعداد----------------- ۱۲۰۰

قیمت----------------- ۵۰

طباعت--------------- مزمل آرٹ، مالیگاؤں 9860190415

ملنے کے پتے

(۱) رشید احمد فریدی مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، ضلع: سورت گجرات

(۲) مولانا شوکت علی بھاگلپوری، دار العلوم سعادتِ دارین، ستپون، بھروچ

(۳) مولانا حافظ محمد طیب صاحب (نابینا) مدظلہ العالی دیوبند، یوپی

(۴) مفتی ریاض احمد، مدرسہ مفتاح العلوم، خضر آباد، میل وشارم، تامل ناڈو

(۵) مولانا عزیز الحق قاسمی جامعہ اسلامیہ مظاہر العلوم، پانسکوڑا مغربی بنگال

فہرست عناوین

{حقائق، مسلّمات وتعارضات}

{دفع الشبہات ورفع الاشکالات}

{ مسک الختام لارباب الفقہ والاعلام }

تصدیق

از حضرت مولانا محمد انیس خاں صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث وفقہ، مدرسہ مظاہر العلوم، سیلم، تامل ناڈو

مکرم ومحترم مفتی رشید احمد صاحب فریدی زیدت مکارمکم

السلام وعلیکم ورحمۃ وبرکاۃُ

جامعہ علوم القران جمبوسر ضلع بھروچ صوبہ گجرات میں ماہِ رمضان المبارک کے اعتکاف کے وقت آپ نے ''قربانی'' سے متعلق ایک رسالہ پیش فرمایا تھا۔ پھر بذریعہ ڈاک ملحقہ تحریر ملی۔ دونوں کو من اولہ الی آخرہ مطالعہ کیا۔ الحمدللہ ہر بات مدلل، مبرہن پیش کی گئی ہے۔ تحقیق وتدقیق خوب فرمائی ہے۔ جس سے زیرِ بحث مسئلہ ''مضحی اور مکان اضحیہ کے وقت کا متحد ہونا یوم النحر میں لازم نہیں ہے'' ثابت ہوجاتا ہے۔

ماشاءاللہ آں محترم نے اس سلسلے میں بڑی تحقیق وجستجو فرمائی ہے۔ یہ علمی سرمایہ ہے۔ مختلف کتب کے مضامین ومواد کو یکجا فرما دیا ہے۔ اب یہ مقالہ نہیں رہا مستقل رسالہ بن گیا۔ علمی حلقہ کے لئے قیمتی سرمایا ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

بندہ کی طرف سے آپ ممنون ومشکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے، طاقت دے، زورِ قلم میں اضافہ فرمائے۔

فقط　　محمد انیس

۱۴/ ۱۲/ ۱۴۲۶ھ　　۱۵/ ۱/ ۲۰۰۶ء

تصویب

از ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ　حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی مدظلہ العالی

سابق استاذ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی مولانا مفتی رشید احمد صاحب فریدی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم　　اما بعد

آپ کا تحقیقی مقالہ پہنچا۔ اچھا ہوا کہ اس کو مرتب اور مزید مبرہن کر دیا۔ چونکہ نفس وجوب، وجوب اداء اور ان کے مابین فصل، نیز سبب، علت اور شرط اور ان کے مابین فرق، پھر ان میں سے انعقادِ حکم میں مؤثر یا مانع کون ہے؟ وغیرہ مباحث اصولی اور دقیق بھی ہیں، آپ نے ان کو کافی حد تک سہل کر دیا ہے اور نفس مسئلہ ''المعتبر مکان الاضحیۃ'' بے غبار کر دیا ہے۔

اور اخیر میں خلاصہ الکلام بھی تحریر فرمایا ہے۔ فجزاکم اللہ خیرا۔ حق تعالی شانہ اس کو مفید سے مفید تر بنائے اور اس نوع کی مزید خدمات سے نوازے جو امت کے لئے باعث سہولت ونشاطِ عمل ہو۔ شرح المواقف اور البحر المحیط فی اصول الفقہ للامام بدر الدین

الزرکشی المتوفی ۷۹۲ھ ج ۳ بحث المفہوم بھی دیکھ لیتے تو اچھا ہوتا۔

محمد ابراہیم پٹنی عفی عنہ ۱۲/ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ بھٹنی

تائید

از حضرت مفتی محمد فاروق صاحب مدظلہ العالی

مرتب فتاوی محمودیہ، بانی وشیخ الحدیث جامعہ محمودیہ، نوگزہ پیر، میرٹھ

حامداً و مصلیاً امابعد محترمی و محبی مولانا مفتی رشید احمد فریدی زید مجدہم کا رسالہ ''ذبح اضحیہ کے لئے مکان اضحیہ کا اعتبار ہے۔'' سے متعلق دیکھنے کی سعادت میسر آئی۔ مسرت ہوئی۔ الحمد للہ موصوف نے بڑی محنت فرمائی ہے۔ بندہ کو موصوف کی رای اور تحقیق سے اتفاق ہے۔ زمانہ قدیم سے اسی پر تعامل بھی چلا آ رہا ہے۔ اسی میں آسانی اور سہولت بھی ہے۔

حق تعالی شانہٗ موصوف کی محنت کو قبول فرمائے، ترقیات سے نوازے اور اس نوع کے علمی کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

محمد فاروق غفرلہ

۱۶/۹/۱۴۲۹ھ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ، یوپی۔

تائید

از جامع المعقول والمنقول

حضرت مفتی یوسف صاحب تاولوی دامت برکاتہم

استاذ حدیث و فقہ دارالعلوم دیوبند

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی رشید احمد صاحب زید معالیکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تحقیقی علمی مقالہ مع مکتوب گرامی موصول ہوا۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اس باب میں اصول وفروع مکانِ تضحیہ کے اعتبار کے مؤید ہیں۔ آپنے اس باب میں کافی، وافی مواد جمع فرما دیا ہے۔ گو بعض مباحث غیر ضروری بھی آ گئے ہیں۔ مگر ایسے مواقع میں یہ طریق اختیار کرنا ناگزیر ہے۔

حق تعالی آپ کی محنت کو مثمرِ خیر بنائے۔ آمین۔

والسلام

محمد یوسف

خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

۲۷/۷/۳۰ھ

تقریظ

از ماہرِ علوم عربیت واقف اصولِ شریعت

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب میواتی مدظلہ العالی تلمیذ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ بانی وشیخ الحدیث دارالعلوم قصبۂ نوح میوات۔

باسمہ تعالیٰ

''قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل'' تالیف حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب فریدی مدظلہ العالی مدرسہ مفتاح العلوم تراج ضلع سورت گجرات،

بندۂ ناچیز نے اس تالیف منیف کا بغرض استفادہ مطالعہ کیا حضرت مفتی صاحب نے مسئلۂ مبحوث عنہا میں احقاقِ حق کے لئے اصول مسلمہ وضوابط فقہیہ واستخراجِ مناط وانطباق الدلیل بالمدعی کے ذریعہ مسئلہ کو اتنا مستحکم ومبرہن کر دیا ہے کہ جس کے بعد اہلِ بصیرت وانصاف کے لئے قبول وتسلیم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم کا علاج ہو سکا ہے نہ ہو سکے گا۔ حق تعالیٰ حضرت قبلہ مفتی صاحب مدظلہ العالی کی سعی مشکور ومقبول فرمائے اور مزید درمزید امتِ مرحومہ کی رہبری کرتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ میواتی

دار العلوم میوات، نوح، ضلع: میوات، ۸، شعبان المعظم ۱۴۳۲

تقریظ

از: اساتذۂ جامعہ اسلامیہ مظاہر العلوم، پانسکوڑا، مغربی بنگال

محدث بنگال، الناقد البصیر حضرت مولانا محمد عزیز الحق صاحب قاسمی مدظلہ العالی

وغیرہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مباحث فقہیہ کی تنقیح و توضیح اصولِ فقہ کی روشنی میں آسان کام نہیں، یہ انہی حضرات کے بس کا روگ ہے جو سلف و خلف کی تحریرات پر محققانہ بصیرت اور فقہی مباحث پر گہری نظر رکھتے ہوں چوں کہ زمان و مکان کے اختلاف سے مسائل کا بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔اس لئے فتاوی کے مابین تطبیق و تنقیح ایک مدت مدید تک ریاض چاہتی ہے تب کوئی دیدہ ور بنتا ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے محب و محترم حضرت مفتی رشید احمد فریدی صاحب زادہ اللہ علماً وفضلاً استاذ حدیث مدرسہ مفتاح العلوم تراج ضلع سورت گجرات جن کی فقہی مسلمات پر نظر ہے اور اکابر کے مذاق کے مطابق اصولِ فقہیہ کی روشنی میں راجح قول کی نشاندہی کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں اور مسئلہ کی تہہ تک پہنچ کر اس کے اصولوں سے سمجھنے کی جستجو

کے رسیا ہیں، اور علم کی نہ بجھنے والی پیاس کی سی شدت اور لگن رکھنے کی وجہ سے ''**منھو مان لاتنقضی نھمتھما طالب علم و طالب دنیا**'' کا مصداق ہیں انہوں نے ایک کتاب ''قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل'' کے نام سے تحریر کی ہے جو درحقیقت ایک مختلف فیہ فتوی کی تنقیح اور اصولِ فقہ کی روشنی میں صحیح اور معمول بہ فتوی کی مدلل وضاحت ہے جس سے قدیم زمانہ کا تعامل ''الاعتبار مکان الاضحیۃ'' اور نفس وجوب اور وجوبِ اداء کے مابین فرق اور اس فرق پر منتج ہونے والے مسائل بے غبار ہوکر سامنے آجاتے ہیں اور ہمارے خیال میں مولف محترم اپنی اس تحقیق میں پورے طور پر کامیاب ہیں۔

چنانچہ ہم نے کتاب کو بالاستیعاب دیکھا اور خوب سے خوب تر پایا اور دل سے دعا نکلی اللہ تعالی مولف کو علمی خدمات میں لگے رہنے کی توفیق عطا کریں اور ہم سب کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائیں آمین

بندہ اس قابل تو نہیں کہ محققین کی تحقیقات پر خامہ فرسائی کر سکے تاہم مولف محترم کے حسن ظن کی وجہ سے تعمیلاً للارشاد اور اپنی سعادت سمجھتے ہوئے چند الفاظ لکھدیئے

فقط

(مولانا) محمد عزیز الحق قاسمی

خادم حدیث

جامعہ اسلامیہ مظاہر العلوم، کنک پور، پانسکوڑا مغربی بنگال

مورخہ۔ ۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

(مولانا) نذیر احمد قاسمی

۲/رجب ۱۴۳۴ھ
۲/رجب ۱۴۳۴ھ

توثیق

از حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب مدظلہ العالی
مفتی شہر بمبئی مقیم مرکز المعارف جوگیشوری بمبئی

باسمہ تعالی

حامداومصلیا۔صاحب نصاب جس پرقربانی واجب ہے اگر وہ شخص کسی دوسرے مقام پر رہنے والے کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے تو اعتبار مکان اضحیہ کا ہوگا نہ کہ مکان من علیہ الاضحیہ کا یہ مسئلہ انتہائی واضح اور مبرہن ہے جسے کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اور اسی پر امت کا تعامل بھی رہا ہے یہ مسئلہ ایسا نہیں تھا کہ اس پر خامہ فرسائی کی جاتی مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ایسا ہو رہا ہے چنانچہ اس واضح مسئلے کے سلسہ میں بعض اختلافی نظریات سامنے آئے۔اللہ جزائے خیر دے مفتی رشید احمد فریدی کو جنہوں نے اس پر توجہ دی اور فقہی نظائر،اکابر کی تصریحات اور فقہی اصولوں کے حوالوں سے جو صحیح اور متفقہ موقف تھا اسے اس طرح بے غبار کر دیا کہ نہ علمی اعتبار سے کسی پہلو کو تشنہ رکھا نہ مزید بحث کی گنجائش چھوڑی۔الا یہ کہ کوئی بحث برائے بحث کا خوگر اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر خامہ فرسائی کو اپنے لئے ضروری سمجھے۔اپنے علم اور مطالعہ کی بنیاد پر میرے نزدیک یہی موقف حق اور درست ہے جو امت کا متفقہ موقف ہے اور جسکی تمام ضروری وضاحت مفتی رشید احمد نے فرمادی ہے۔اللہ موصوف کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ایک علمی فرض

کفایہ ادا کیا۔ جولوگ جداگانہ موقف رکھتے ہیں وہ خالی الذہن ہوکر غور کریں تو امید ہے اپنے موقف سے رجوع کرلیں گے۔ فتاوی میں رجوع عیب نہیں ہے بلکہ یہ ایسی خوبی ہے جو ہر عالم کے لئے بنیادی طور پر ضروری بھی ہے اوراسکی دیانت کا ثبوت بھی۔ ہمارے اکابر میں حضرت تھانویؒ کے یہاں اسکا باقاعدہ اہتمام تھا۔ جس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں مجھے امید ہے کہ ہمارے قابل احترام احباب بھی غور کریں گے۔

والسلام

حررہ العبد عزیز الرحمن عفی عنہ

مورخہ ۲۰/رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

تقدیم

از حضرت مولانا مفتی نذیر احمد کشمیری

شیخ الحدیث ومفتی دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام نے اہل ایمان پر جو مالی عبادات لازم کی ہیں ان میں ایک اہم عبادت قربانی بھی ہے۔قربانی کا یہ عمل خود اپنے ہاتھ سے اہتمام وشوق سے کیا جائے یہی افضل اور منشائے شریعت سے اقرب ہے لیکن کبھی اسکی ضرورت پیش آتی ہے کہ وکالۃً قربانی کی جائے اور یہ وکالۃً قربانی کبھی تو اپنے مکان اور ایسے خطّہ میں ہوتی ہے جہاں قربانی کرانے والے اور قربانی کرنے والے (وکیلِ اضحیہ) دونوں کا وقت ایک ہی ہوتا ہے اسلئے اسمیں

کوئی مسئلہ نہیں لیکن کبھی اسکی نوبت آتی ہے کہ قربانی کرانے والے شخص کا وقت اور قربانی کرنے والے وکیل کا وقت الگ الگ ہوتا ہے مثلاً ہندوستان یا اس سے ملحق ملکوں میں رہنے والے کسی شخص نے کسی حاجی کو کہا کہ منی میں اپنی قربانی کے ساتھ ہماری طرف سے بھی قربانی کرنا تا کہ اجر وثواب زیادہ ہو۔اب قربانی کرانے والے کے یہاں ۹/ ذی الحجہ ہو اور قربانی کرنے والے نے دس ذی الحجہ کو منی میں قربانی کی تو کیا یہ قربانی درست ہوگئی یا اسی طرح یوروپ یا افریقہ میں رہنے والے کسی شخص نے یہاں ہندوستان یا پاکستان میں کسی ادارے یا کسی رشتہ دار کو قربانی کا وکیل بنایا اور دونوں جگہ وقت متحد نہ ہو تو یہ قربانی کس

اعتبار سے ہوگی۔ قربانی کرانے والے کے وقت کی رعایت کی جائے یا قربانی کرنے والے وکیل کے وقت کی رعایت ہوگی؟

اس مسئلہ کا صاف اور صریح حکم ہمیشہ سے یہی ہے کہ اعتبار مقامِ ذبح کا ہوگا نہ کہ قربانی کرانے والے کے وقت کا۔ چنانچہ اسکی صاف اور سیدھی مثال وہ مشہور مسئلہ ہے کہ جن دیہاتوں میں عیدالاضحیٰ کی نماز ادا نہیں ہوتی ہے وہاں صبح سویرے ہی قربانی کی جاتی ہے اب اگر شہر میں رہنے والے نے اپنی قربانی قریب کے دیہات میں ایسے وقت کرائی کہ ابھی قربانی کرانے والے نے اپنی عیدالاضحیٰ کی نماز بھی ادا نہیں کی ہے تو اسکی قربانی ادا ہوجاتی ہے بلکہ وہ عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے اپنی قربانی کا گوشت بھی کھا سکتا ہے۔

''اعتبار مقامِ ذبح کا ہوگا'' اسی پر امت کا تعامل بھی ہے اور فقہ وفتاوی میں اصولی طور پر بھی اور جزوی وفروعی طور پر بھی یہی مسئلہ لکھا ہوا چلا آرہا ہے لیکن اسکے برخلاف دارالعلوم کراچی کا فتوی ماہنامہ ''البلاغ'' میں پھر مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کا فتوی رسالہ ''ندائے شاہی'' میں شائع ہوا پہلا فتوی دارالعلوم کراچی کے استاذ جناب مولانا عصمت اللہ صاحب کے قلم سے اسکے کچھ عرصہ کے بعد دوسرا فتوی مدرسہ شاہی مرادآباد کے مشہور استاذ حدیث ومفتی جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب کے قلم سے لکھا گیا پھر ان دونوں فتاوی کو بنیاد بنا کر گجرات میں متعدد مفتیان کرام کے دستخطوں کے ساتھ ایک فتوی شائع ہوا جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وکالۃً جو قربانی کی جاتی ہے ان میں قربانی کرانے والے کے وقت کی رعایت کرنا ضروری ہے نہ کہ قربانی کرنے کے مقام کی۔ اسکے معنی یہ ہونگے کہ قربانی کرانے والے شخص نے اگر بارہ ذی الحجہ کو اپنے مقام (برصغیر) سے کسی

حاجی کو قربانی کرنے کا وکیل بنایا جو مکہ مکرمہ میں تیرہ ذی الحجہ کو ایام قربانی گذرنے کے بعد قربانی کرے تو اس جدید موقف کے رو سے یہ قربانی درست ہے۔

اس صورت حال میں ضرورت تھی کہ مسئلہ پر تحقیقی نظر ڈالی جائے کہ اس سلسلہ میں آج تک کا تعامل ہی درست ہے یا جو رائے اس وقت دی جاری ہے وہ صحیح ہے؟

چنانچہ محترم مولانا مفتی رشید احمد فریدی نے اس سلسلہ میں تحقیق وتدقیق شروع کی موصوف اگر صرف اتنا کرتے کہ پہلے سے موجود فتاوی مثلاً ماضی قریب کے مشہور ومستند ترین مفتی حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ کا لکھا ہوا فتوی اور دارالعلوم دیوبند کی طرف سے حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب کا لکھا ہوا اصولی فتوی اور اسی طرح دوسری مستند کتب فتاوی سے چند فتاوی نقل کر دیتے تو یقیناً کافی تھا مگر موصوف نے نہایت بالغ نظری، ژرف نگاہی اور تحقیق وتدقیق کا بھرپور مظاہرہ کیا چنانچہ نفس وجوب اور وجوب اداء کے اصولی فرق میں مابہ الامتیاز کو واضح کیا، پھر علت، سبب اور شرط کے درمیان جو اصولی فرق ہے اسکو مدلل ومفصل طور پر واضح کیا اسکے لئے نہایت گہری نظر کے ساتھ ان خشک اصولی بحثوں کا مطالعہ کیا پھر ان کو منقح کیا اور حکم کے ترتب میں جو امر مؤثر ہے اسکا تعین کیا اور مستند کتب کے حوالے نقل کئے۔

مولانا مفتی صاحب موصوف نے جس کافی، شافی اور وافی انداز میں مسئلہ کے متعلق اصولی وتحقیقی بحث کے بعد یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسئلہ وہی صحیح ہے جس پر امت کا تعامل ہے اور اس سلسلہ میں جن امور کی بناء پر یہ واہمہ ہوسکتا ہے کہ مسئلہ وہ ہوسکتا ہے جو اس جدید نقطۂ نظر کی صورت میں سامنے آیا ہے تو ان تمام امور کا نہایت تحقیقی جواب اس محققانہ

تصنیف میں موجود ہے۔اب یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔

بار بار کی تحقیقی تلاش وجستجو اور حک وفک اور ساتھ ہی ردّ و قدح کے طویل عمل سے گذرنے کے بعد نیز تحریری وزبانی بحث وتمحیص کے لمبے سلسلے سے گزرنے کے بعد یہ محنت یقیناً تسلی بخش اور خشک موضوعات پر اتنی دلچسپی اور شوق سے عرق ریزی کرنے کی ایک قابل قدر مثال اور زیرِ بحث مسئلہ کو مدلل ومبرہن کرنے کی ایک لائق صد تحسین سعی جمیل ہے ۔بہرحال مفتی رشید احمد صاحب فریدی اہل علم کی طرف سے بھرپور تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالی اس کتاب کے نفع کو عام وتام فرمائے آمین

العبد نذیر احمد عفی عنہ قاسمی

(شیخ الحدیث ومفتی) دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

۱۹/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سببِ تلخیص

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

پیش نظر رسالہ قربانی کے موضوع پر لکھے گئے علمی و فقہی مقالات (۱) تحقیق الکلام فی بیان السبب لوجوب الاحکام (۲) رفع الارتیاب من سببیۃ الوقت للموقتات (۳) تمییز الطرقات لتحقق الشرائط للقربات (۴) نور السنی لمن یجب علیہ الاضحیۃ بالغنی (۵) کشف الغطاء عن اعتبار الوقت لمحل الاداء (۶) تعقب الفرید علی تخصیص الوجوب بصبح العید کا خلاصہ ہے۔ بجز آخری مقالہ کے یہ سب ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند میں شوال وذی قعدہ ۱۴۲۹ھ اور ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ ومحرم ۱۴۳۰ھ کے شمارے میں شائع ہوئے۔جس میں قربانی کے سلسلے میں سَلَف وخَلَف کے موقف اور امت کے تعامل کو اصولی وفقہی صریح دلائل سے مبرہن کر کے ''المعتبر مکان الاضحیہ'' کے مسئلہ کو بے غبار کر دیا گیا ہے۔

مگر جب ماہنامہ ''ترجمان دیوبند'' کے مئی، جون، جولائی ۲۰۰۹ء کے شماروں میں گجرات کے ایک مفتی صاحب نے ''قربانی کا ایک اہم مسئلہ'' کے عنوان سے تین قسطوں میں اسی نظریہ کو دہرایا جس کا رد ناچیز نے پہلے ہی تحقیق وتفصیل سے کر دیا تھا اس لئے مسئلہ ہذا پر مزید خامہ فرسائی کی حاجت تو نہیں تھی لیکن چونکہ مفتی موصوف نے جدید

موقف کی حمایت میں جس انداز سے کلام کیا ہے اس سے بعض علماء نئے موقف ہی کو صحیح تصور کرتے اور تعاملِ امت کو جس پر چودہ سو سال گزر گئے مبنی بر حطاً سمجھتے جو اہل علم کے لئے مزید سخت تشویش کا سبب ہوتا اس لئے مجبوراً پھر قلم اُٹھانا پڑا اور مزید وضاحت وتحقیق کے ساتھ مقالات کا خلاصہ کیا اور اس سلسلہ کی بعض تحریر جو شائع نہ ہوسکی تھی اسے شامل کر کے متعدد شبہات واشکالات کا حل اور مولانا موصوف کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا۔

حاصل یہ کہ قولاً وعملاً جمیع علمائے امت اور عامۃ المسلمین کا جس پر اتفاق واجماع ہے اس کے حجت ہونے میں تو کیا شک ہے چنانچہ وجوباً واداءً مسئلہ قربانی کا مبرہن ومستحکم ہونا اور اصولاً وفروعاً امت کے تعامل کا برحق ہونا بفضلہٖ تعالیٰ راقم کی تحقیقات سے آشکارہ ہوگیا وما توفیقی الا باللہ۔اور پھر دورِ حاضر کے فقیہ النفس صاحب فتاوی رحیمیہ حضرت مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری نور اللہ مرقدہ کا فتوی نیز مفتیٔ دار العلوم دیوبند حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی سابق صدر اسلامی فقہ اکیڈمی ہند کا فتوی بھی اجماع کے مطابق ہے

۔

مجھے قوی امید ہے کہ ان مختصر مباحث کا جب غائر نظر سے بالاستیعاب مطالعہ کیا جائیگا تو اصل مقالات کی مراجعت اور اسکے ملاحظہ کی ضرورت محسوس کی جائیگی اس لئے ناچیز کی کوشش رہے گی واللہ الموفق کہ سابقہ مقالات بھی کتابی شکل میں انتظارِ شدید سے پہلے تسکین کا ذریعہ ہوجائے اہل علم سے دعا کی التجا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن اصحابِ خیر نے تعاون پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے مال ومنال میں برکت اور اہل وعیال میں عافیت عطا فرمائے۔ رشید احمد فریدی

{تعامل امت اصول کی روشنی میں}

اہل علم اور عوام وخواص سب بخوبی واقف ہیں کہ ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ یعنی شہر کی قربانی دیہات میں اور دیہات کی قربانی شہر میں اور ایک شہر کی قربانی دوسرے شہر میں کرنے کرانے کا سلسلہ خیر القرون سے چلا آ رہا ہے۔ اس کے کلی وجزوی ضوابط وشرائط بھی ائمہ مجتہدین اور فقہاء رحمہم اللہ نے واضح لفظوں میں بیان کیا ہے جو کتب فقہ میں صراحۃً منقول ہیں۔

☆ وجوب اضحیہ کی علت:

قربانی کے وجوب اور اداء سے متعلق اصول وشرائط کا حاصل آسان لفظوں میں صرف اتنا ہے کہ مطلق قربانی کے صحیح ہونے کے لئے ایام نحر کا ہونا ضروری ہے اور یوم النحر دسویں ذی الحجہ کو شہر میں قربانی کے لئے مزید یہ شرط ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز ہو چکی ہو۔ خواہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہو اور جس کی طرف سے قربانی ہے اگر وہ واجب قربانی کرنا یا کرانا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ شخص شرعاً غنی یعنی مالک نصاب فاضل ہو اس لئے کہ مالی عبادت کے لئے قدرت بالمال یعنی شرعی غنا ویسار ضروری ہے اور یہ غنا قربانی کے وجوب کے سلسلہ میں شرط "فی معنی العلۃ" ہے۔ **أن لا نزاع لأحد أن علة وجوب الأضحية على الموسر هي القدرة على النصاب** (تکملۃ فتح القدیر ج ۹ ص ۵۰۷) **وشرط اليسار لقوله عليه السلام من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا يدل على ان الوجوب بالسعة ولا سعة للفقير** (بنایہ) پس اگر کوئی شخص (عاقل، بالغ،

مسلمان) غنی بن گیا تو شرعاً اس کے ذمہ صدقۂ فطر کی طرح قربانی کا بھی وجوب متعلق ہو جاتا ہے۔ اس میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔ یعنی مالک نصاب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس سے صدقۃ الفطر اور قربانی کا مطالبہ کیا جائے اور جب وہ اس قابل ہے تو پھر اس کے لئے صدقہ لینا حرام ہے۔ **و یتعلق بهذا اليسار احكام ثلثة حرمة اخذ الصدقة و وجوب زكوة الفطر و الاضحية** (مبسوط ص ۱۰۳/ ۳) **و نصاب تجب به احكام اربعة حرمة الصدقة، و وجوب الاضحية و صدقة الفطر، و نفقة الاقارب و لا يشترط فيه النمو بالتجارة ولا حولان الحول۔** (طحطاوی و کذا فی العنایۃ) مالک نصاب کے لئے اخذ صدقہ کا حرام ہونا دلیل ہے کہ وجوب فی الذمہ متحقق ہو چکا ہے اور مطالبہ کی یہی لیاقت اور اہلیت کو مشائخ احناف کے نزدیک "نفس وجوب" کہیں "اصل وجوب" یا "اہلیت وجوب" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆ وجوب فی الذمہ میں غنا و نذر کی یکسانیت:

اور جس طرح غنا کی وجہ سے وجوب فی الذمہ ہوتا ہے اسی طرح نذر کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور نذر میں فقیر اور غنی دونوں برابر ہیں اور غنا و نذر کا حدوث و تحقق ایام نحر کے ساتھ خاص نہیں ہے تو اس سے ثابت ہونے والا وجوب بھی صبح یوم نحر کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔ **والوجوب بسبب النذر يستوى فيه الفقير والغنى وان كان الواجب يتعلق بالمال۔** (بدائع) **ولو قال ذالک (ای نذران يضحى بشاة وهو موسر) قبل ايام النحر يلزمه التضحية بشاتين بلا خلاف ... ولو قال ذلک وهو**

معسر ثم ایسر فی ایام النحر فعلیه ان یضحی بشاتین (بدائع ج ۵ ص ۶۳) تو وجوب فی الذمہ یعنی نفس وجوب غنا یا نذر کی وجہ سے ایام نحر سے پہلے متحقق ہوجاتا ہے (دیکھئے نور السنی لمن یجب علیہ الاضحیۃ بالغنی)

☆ **اداوقت میں اور وقت خطاب الٰہی کا قائم مقام ہے:**

اور فعل مامور بہ جس کو اپنے مقررہ وقت میں انجام دیا جائے تو اسے اداء کہتے ہیں۔اس کا مطالبہ خطاب الٰہی سے جس پر صیغۂ امر دلالت کرتا ہے وقت مخصوص میں ہوتا ہے۔فقہی تعبیر میں یہی ہے وجوبِ اداء جو وقت سے قبل نہیں ہوتا اور وقت اسی خطاب الٰہی مخفی کا جو وجوب ادا کا حقیقی سبب ہے قائم مقام ہے اور وقت کے اندر فعل (مامور بہ) کو قضاء نہ کہا جائے اس لئے یہ وجوب (مطالبہ) اداء سے متصل مانا گیا ہے۔پس یہ وقتِ مخصوص خطابِ الٰہی کی معرفت کا نشان اور سبب وجوب ادا ہے۔(حسامی، نور الانوار، بنایہ)

☆ **ادا کا مطالبہ (وجوب) متصل بالادا ہوتا ہے:**

لہٰذا واجب قربانی وقت کے اندر جب بھی ذبح کی جائے اداء کہلائے گی اور اداء یعنی ذبح سے متصل وقت کے جزءِ مقدم کو سبب وجوب قرار دیا گیا ہے۔(جیسا کہ نماز میں) خواہ ذبح کرنے والا اصیل یعنی وہی شخص ہو جس کے ذمہ قربانی کا وجوب ہوا ہے یا وکیل ہو اس لئے کہ مالی عبادت میں شریعت نے نیابت کو درست قرار دیا ہے پس وکیل کا اپنے وقت کے اعتبار سے قربانی کرنا شرعاً ایسا ہی ہے جیسا کہ خود مؤکل کا وکیل کے مقام میں قربانی کرنا۔گویا مطالبۂ شارع نیابۃً وکیل کی جانب متوجہ ہے۔جیسے مستطیع معذور کی طرف سے حج بدل کرنے والا ارکان وواجبات کی ادائیگی میں مقاماتِ اداء کے اوقات کی

رعایت کرتا ہے اور شرعاً اسی کا اعتبار ہے نہ کہ محوج عنہ یعنی آمر کے وقت کا۔ (فافہم)

☆ بالاتفاق وجوبِ ادا ہی مقصود ہے:

نیز اہلیت وجوب سے مقصود بالذات چونکہ اداء ہے یعنی قربت وعبادت کو اپنے وقت میں انجام دینا اس لئے اس کا مطالبہ یعنی وجوب اداء بھی مقصود ہے اور محققین ماوراء النہر تو صرف ایک اسی اداء کے وجوب کو مانتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل اہلیتِ اداء کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اہلیتِ وجوب واداء کے لئے شرائط وجوب واداء کا ہونا ضروری ہے۔ **قال اهل التحقيق من مشائخنا بما وراء النهر ان الوجوب في الحقيقة نوع واحد وهو وجوب الاداء فكل من كان اهل الاداء كان من اهل الوجوب ومن لا فلا... لأن الوجوب المعقول هو وجوب الفعل كوجوب الصوم والصلوٰة وسائر العبادات** (بدائع ج ۲ ص ۸۸) البتہ مشائخ احناف وجوبِ اداء کے قبل جس شئ کو تسلیم کرتے ہیں اس کو اصل وجوب یا نفس وجوب سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو وجوب اداء سے مقدم اور منفصل عن الاداء ہوتا ہے۔

☆ صفاتِ اہلیت کی اصطلاحی تعبیر:

یہ اہلیت یا نفس وجوب جن امور پر موقوف ہے۔ یعنی اسلام، عقل، بلوغ اور غناء واستطاعت وغیرہ دیکھئے وہ سب بندہ کی صفات ہیں پھر ان میں سے بعض کو فقہاء نے واجبات کے تحقق کے لئے شرط اور بعض کو سبب قرار دیا۔ نیز کسی صفت کو ایک جگہ شرط اور دوسری جگہ سبب اور کسی وصف کو ایک اعتبار سے شرط دوسرے اعتبار سے سبب کہا گیا ہے۔

بہرحال ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کا مدار فقط کسی چیز کو سبب کہے جانے پر نہیں ہے۔ بلکہ وصفِ علت پر ہے کیونکہ علّت مُوجب ہوتی ہے۔ البتہ ادا کے وجوب کا تعدد و تکرار اور عدم تکرار کی معرفت یقیناً صرف سبب کے لفظ سے وابستہ ہے۔ اسی لئے واجبات کی نسبت سبب کی طرف ہوتی ہے اور فقہاء نے نصوص کی روشنی میں جس چیز کو سبب وجوب قرار دیا ہے اس میں تکرار و عدم تکرار کا معنی ملحوظ ہوتا ہے خواہ وہ شی وصف ہو یا وقت یا اس کے علاوہ۔

☆ وجوبِ ادا وقت کے ساتھ خاص ہے:

اب آپ دیکھئے کہ جس چیز کو مشائخ اصل وجوب سے تعبیر کر رہے ہیں وہ وہی ہے جس کو اہلیت وجوب سے ذکر کیا گیا ہے کہ عقل و بلوغ وغیرہ کے پائے جانے پر ہی ذمہ مشغول بالواجب ہوگا اور اداء کی اہلیت پیدا ہوگی۔ مگر مطالبۂ فعل (یعنی اداء) تو وقت کی آمد کے بعد ہی ہوگا۔ اور اسی کو وجوب اداء کہتے ہیں۔ پس وجوب اداء کا وقت (مخصوص) میں ہونا تمام فقہاء کے نزدیک قطعی ہے اور سببیتِ وقت سے متعلق فقہاء کا سارا کلام اسی وجوب متصل بالاداء ہی کے محور پر گردش کرتا ہے۔ مثلاً **الاعصر یومه عندالغروب لان السبب هو الجزؤ القائم من الوقت لانه لو تعلق بالكل لوجب الاداء بعده و لو تعلق بالجزء الماضى فالمودى فى آخر الوقت قاضٍ و اذا كان كذلک فقد اداها كما وجبت** (ہدایہ ص ۸۵/۱) غرض یہ کہ وجوب ادا کا وقت مخصوص میں ہونا اصولاً وفقہاً بالکل مسلّم ہے خواہ ادا بھی موقت ہو جیسے نماز، روزہ کے اوقات یا وجوب تو وقت معین

میں ہواور ادا موقت نہ ہو جیسے زکوٰۃ وصدقۃ الفطر۔

☆قربتِ غیر معقولہ وقت سے قبل جائز نہیں:

ذمہ مشغول بالواجب ہونے کے بعد وقتِ وجوب اداء سے پہلے مالی عبادت زکوۃ وصدقہ الفطر میں ادائیگی درست ہے۔یعنی مالک نصاب ہونے کے بعد حولان حول سے قبل زکوۃ اور صبح یوم الفطر سے قبل صدقہ ادا کرنا جائز ہے۔اور قربانی میں مالی عبادت ہونے کی وجہ سے اصلاً ''تصدق'' کا وجوب ہوتا ہے۔اور تصدق بالمال موقت نہیں ہے مگر اداء بشکل اراقۃ الدم غیر معقولۃ المعنی ہونے کی وجہ سے نماز، روزہ کی طرح موقت ہے۔لہذا نفس وجوب ہونے کے بعد جب تک اداء کا وقت نہ ہو اداء صحیح نہیں ہے اور صحتِ اداء کے لئے شرائط وجوب کے علاوہ شرطِ ادا کا ہونا بھی ضروری ہے۔

☆وقت شرطِ ادا میں مصر وقریہ کا اشتراک:

اور ذبح اضحیہ کی ایک شرط طلوع صبح یوم النحر سے لے کر بارہویں کے غروب آفتاب تک وقت کا ہونا ہے۔یہ شرط شہر وغیر شہر قریہ، دیہات اور بیابان سب جگہ کے لئے عام ہے۔اور دوسری شرط خاص ہے ذبح فی المصر کے لئے عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے فارغ ہوجانا۔یعنی شہر کے لئے دو شرطیں ہوئیں اور دیہات کے لئے فقط ایک۔پس اگر کسی دیہات کے باشندہ نے اپنا اضحیہ خواہ وہ اس پر شرعاً واجب ہو یا نفل ذبح کے لئے شہر بھیج دیا اور وکیل نے نماز عید سے پہلے ذبح کر دیا تو باوجود صبح یوم النحر ہوجانے کے قربانی بالاتفاق اداء نہیں ہوگی گویا شہر میں عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے

اور اگر شہری نے دیہات میں اپنا جانور بھیج دیا اور وکیل نے دیہات میں صبح صادق کے فوراً بعد ذبح کیا تو بالاتفاق قربانی ادا ہو جائے گی۔ حالانکہ من علیہ الاضحیہ شہری کے اعتبار سے ابھی وقت جائز نہیں ہوا ہے۔ (دیکھئے کشف الغطاء عن اعتبار الوقت لمحل الاداء۔)

☆وقت کا اعتبار مؤدّی (فاعل) کے حق میں ہے:

اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاں عبادت یعنی قربانی کی جارہی ہے وہیں کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس شخص کے وقت کا جس کی طرف سے وہ قربت انجام دی جارہی ہے۔ اس کے اصول فقہاء نے یوں بیان کئے ہیں **القربات الموقّتة یعتبر وقتها فی حق فاعلها لا فی حق المفعول عنه** اسی کی ایک نوع **"المعتبر مکان الاضحیه"** ہے۔ یہ بھی اصل کلی ہے اور **حیلة المصری اذا اراد التعجیل الخ** اسی پر متفرع ایک جزئی ہے۔

یہ اصول وکلیات جس طرح عام اور متفق علیہ ہیں اسی طرح اس کے مطابق امت کا عمل تسلسل کے ساتھ ۱۴؍ چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۴۲۰ھ میں مولانا مفتی عصمت اللہ صاحب زید مجدہ دارالعلوم کراچی نے ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ کرنے پر ایک استفتاء کا جواب لکھا جس کا پہلا جملہ یہ ہے۔ "الجواب حامداً و مصلیاً قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے جو کہ یوم النحر کے طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے۔" یعنی وقت خاص (ایام نحر) کو جو کہ وجوب ادا کا سبب ہے نفس وجوب کا سبب قرار دیا۔ یہیں سے نقطۂ اختلاف رونما

ہوااور نتیجۃً تواتر اور تعامل کے خلاف برآمد ہوتا چلا گیا۔

{مفتی اعظم گجرات مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ؒ کا فتویٰ}

فقیہہ النفس امیرِ شریعت گجرات مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ؒ سے آپکی وفات سے کئی سال پہلے قمری تاریخ کے اختلاف کے نتیجہ میں ایک علاقہ کی قربانی دوسرے علاقے میں کرنے سے متعلق استفتاء کیا گیا اور حضرت مفتی صاحب ؒ نے جواب مرحمت فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

☆ ذبح قربانی میں قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے۔ ☆

سوال: (۲۵۲۳) بھائی عبدالرشید نے مدراس سے یہاں حیدرآباد میں قربانی کرنے کو لکھا ہے۔ وہاں عید پیر کو ہے اور یہاں اتوار کو۔ انکی قربانی ہم یہاں اتوار کو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پیر کو کرنا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب : قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ قربانی کرانے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر قربانی والا شہر میں ہو اور وہ اپنا قربانی کا جانور ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی اور وہاں صبح صادق کے بعد اس کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اس شہر والے کی قربانی صحیح ہو جائے گی۔ ہدایہ آخرین میں ہے۔ **والمعتبر فی ذلک مکان الاضحیہ حتی لو کانت فی السواد و المضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر و لو کان علی العکس لایجوز الا بعد الصلاۃ و حیلۃ المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بھا الی خارج المصر**

فیضحی بھا کما طلع الفجر الخ (ہدایہ آخرین ص ۴۳۰)

درمختار میں ہے ۔ والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان من علیه فحیلة المصری اذا اراد التعجیل ان یخرجها لخارج المصر فیضحی بھا اذا طلع الفجر (مجتبی، درمختار)

قولہ " والمعتبر مکان الاضحیه " الخ فلو کانت فی السواد والمضحی فی المصر جازت قبل الصلاۃ وفی العکس لم تجز۔

(قہستانی، درمختار و شامی ص ۲۷۸/۵ کتاب الاضحیہ)

صورتِ مسئولہ میں عبدالرشید بھائی نے مدراس سے آپ کو حیدرآباد میں اپنی قربانی کرنے کو لکھا ہے اور مدراس میں پیر کو عیدالاضحیٰ ہے اور آپ کے یہاں اتوار کو تو آپ بلا تکلف ان کی قربانی اتوار کو کر سکتے ہیں۔ان کی قربانی صحیح ہو جائے گی۔

فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۱۴/۹)

☆ ذرا یہ بھی گوشہ خیال میں رکھیئے ☆

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحبؒ کے "فتاوی رحیمیہ" میں قربانی کے سلسلہ میں مذکورہ بالا فتوی نویں جلد میں مرقوم ہے یہ اور دوسرے فتاوی حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی خلیفہ حضرت فقیہہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی غائر نظر ثانی اور محقق عصر حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب دامت برکاتہم محشیٔ امداد الفتاوی کی توجہ اور تصحیح کے مشکل ترین مرحلہ سے گذر کر صاحب

فتاوی کی زندگی میں وفات سے کافی عرصہ قبل زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مقبولِ خواص و عوام ہو گئے تھے۔

ان فتاوی کے بارے میں مفتی سعید احمد پالنپوری مدظلہ کا یہ وقیع جملہ ذہن نشیں رہے "مجھے اس بات کے اظہار میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ فتاوی رحیمیہ کا ہر فتوی تسلی بخش اور پیاس بجھانے والا ہے۔"

قربانی کا مذکورہ فتوی اگر واقعۃً فقہ و اصول فقہ کے خلاف ہوتا (جیسا کہ تسامح قرار دینے والوں کا خیال ہے) تو ترتیب ونظر ثانی وثالث کے وقت حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی قطعاً اسے بغیر نقد کے نہ چھوڑتے اور حضرت مفتی سعید صاحب مدظلہ جیسے باریک بیں شخص سے ہرگز یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ خلافِ اصول فتوی کو بغیر اصلاح کے روا رکھیں۔ اس لئے یہ کہنے میں ذرا بھی تردد نہیں ہے کہ مفتی سید عبدالرحیم صاحبؒ کا فتوی متواتر اصول اور متوارث عمل کے بالکل مطابق ہے جیسا کہ اب بھی اہل علم کے نزدیک یہی معلوم و معہود ہے۔

{مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کا فتویٰ}

شریعتِ محمدی جس کے عناصر اربعہ قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس ہیں اس کے تحفظ کا نقطۂ فکر موجودہ دور میں برصغیر بلکہ عالم اسلام میں دارالعلوم دیوبند مانا جاتا ہے۔ جس کا مزاج حدیث وفقہ اور احسان وکلام کے اخلاط اربعہ سے مرکب ہے۔ فقہ میں بالخصوص احناف کا ترجمان اور سلف وخلف کے طریقِ مستقیم اور تعامل کی راہِ معتدل پر قائم

ہے۔

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے طرف سے ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ کے آخر میں حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ العالی نے قربانی کے اسی موضوع کے متعلق جوفتوی تحریر فرمایا ہے اوراس پر حضرت مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی مدظلہ وغیرہ نے دستخط فرمائے ہیں۔وہ پیش خدمت ہے۔

تنبیہ :احقر نے ماہِ شعبان میں تعطیل سے پہلے براہِ راست حضرت مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ سے دارالعلوم دیوبند میں ملاقات کی۔خیریت ومزاج پرُسی کے بعد راقم نے عرض کیا کہ حضرت والا نے قربانی سے متعلق جوفتوی لکھا ہے وہ اصول کے بالکل مطابق اور صحیح ہے اور مفتی شبیر احمد صاحب مرادآبادی کا فتوی اصول کے خلاف جارہا ہے اس لئے میں آپ کے فتوی کو شائع کرنا چاہتا ہوں۔تو آپ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔

اب حضرت جوارِ رحمت میں پہنچ گئے ہیں اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے۔

السلام علیکم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

سوال : باہر ممالک سے قربانی کے لئے ہندوستان میں اپنے رشتہ دار اور اعزاء واقارب کے یہاں عیدالاضحیٰ کے موقع پر افریقہ،لندن،امریکہ فرانس وغیرہ سے کاغذ اور فون کے ذریعہ کہتے ہیں کہ بکریوں یا سات حصہ والے جانوروں کی قربانی کرنا تو اُن لوگوں کی طرف سے ہم لوگ یہاں جس دن عیدالاضحیٰ ہوتی ہے اس دن عید کی نماز کے بعد بکریوں یا سات حصہ والے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔دس،گیارہ،بارہ تین دن۔تو شریعت کے اعتبار سے یہ صحیح ہے یا نہیں؟اس کا تفصیلی جواب مع حوالۂ کتب دیجئے۔

دوسرے ملک والے ہندوستان والوں کو قربانی کرنے کے لئے وکیل بناتے ہیں۔تو اب قربانی کرنے میں وکیل کے ایام قربانی کا اعتبار ہوگا یا جن حضرات کی قربانی ہیں ان کے ایام قربانی کا اعتبار ہوگا۔

فقط والسلام۔ اسماعیل یوسف داؤجی

۲۳/۱۲/۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: **هو الموفق** قربانی جہاں کی جاتی ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے۔لہذا ہندوستان میں قربانی ہوگی تو اسی ملک کی تاریخ ۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحجہ کا اعتبار ہوگا۔اورانہی تاریخوں میں قربانی کی جائے گی۔افریقہ ، لندن وغیرہ ملکوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح : حبیب الرحمن خیرآبادی محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتیٔ دارالعلوم، دیوبند

جن اصول کے تحت امت کا تعامل چلا آرہا ہے اور کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے اُسی اصل و ضابطہ کو مفتی سید عبدالرحیم صاحب کے سابق فتوی اور مفتی محمد ظفیر الدین صاحب کے لاحق جواب میں بطور دلیل ذکر کیا گیا ہے۔جس کا لازمی مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں فتاویٰ اصول فقہیہ وشرعیہ اور سلف وخلف کے صحیح موقف کے بالکل مطابق ہیں۔

{تعامل امت اور جدید موقف میں تعارض}

جب دارالعلوم دیوبند کا مذکورہ بالا فتوی ظاہر ہوا تو چونکہ اس فتوی سے پہلے دارالعلوم کراچی کا فتوی، مدرسہ شاہی مرادآباد کا فتوی شائع ہو چکا تھا اس لئے اُن میں اور اصول وتعامل کے مطابق دیئے گئے مفتی سیّد عبدالرحیم صاحب اور مفتی ظفیر الدین صاحب کے فتاوی کے درمیان بالکل بیّن تعارض ہو گیا بالفاظ دیگر کراچی و مرادآباد کا فتوی اصول و تعامل کے معارض ہو گیا۔ چنانچہ جب اس کا علم مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی دامت برکاتہم کو ہوا تو انہوں نے مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ سے تعارض رفع کرنے کی درخواست فرمائی۔

☆رفع تعارض کے لئے مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی کا خط☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی شبّیر احمد صاحب زید مجدہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

دیگر گذارش اینکہ ماہنامہ ندائے شاہی جنوری ۲۰۰۵ء کے شمارہ میں قربانی کے وجوب واداء کے وقت سے متعلق آپ کا تحقیقی و تفصیلی فتوی شائع ہوا تھا۔ جس کو پڑھ کر احقر کو مسرت ہوئی۔ آپ محترم نے سبب وجوب، وقت وجوب، شرائط وجوب اور شرائط اداء کی روشنی میں مسئلہ کی عمدہ اور دل نشیں وضاحت فرمائی تھی۔ اب چند روز قبل دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کی جانب سے حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب دامت

برکاتہم کا لکھا ہوا ایک فتوی نظر سے گذرا جو آپ کے جواب کے معارض ومخالف ہے۔ احقر نے مناسب سمجھا کہ آپ محترم کو اس سے مطلع کروں اور اس کی نقل بھی آپ کو ارسال کروں تا کہ آپ محترم دارالعلوم دیوبند کے فتوی میں اور آپ کے جواب میں جو کھلا ہوا تعارض ہے اس کا مطالعہ کر کے اس مسئلہ کی مزید علمی وتحقیقی وضاحت فرمائیں۔ امید ہے کہ آپ محترم اس مسئلہ کے متعلق جس کی عملی ضرورت ہر سال اور ہمیشہ پیش آنے والی ہے مذکورہ تعارض ختم ہو۔ اس کی سعی جمیل فرمائیں تا کہ امت اختلاف وانتشار کا شکار نہ ہو اور آئندہ اگر یہ تعارض ختم ہو تو احقر کو بھی اس سے مطلع فرمائیں گے۔ باقی سب خیریت ہے۔ دعا کی درخواست ہے۔ والسلام۔

العبد اسماعیل غفرلہ بھڑکودروی قاسمی

۲۴ر محرم ۱۴۲۶ھ

خادم حدیث جامعہ جمبوسر، خادم افتاء دارالعلوم کنتھاریہ

حضرت مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ العالی کا جواب سائل کے منشاء کے مطابق ہے۔ دیکھئے سائل نے پہلے اپنے قدیم معمول کا ذکر کیا ہے کہ باہر ممالک یعنی افریقہ، لندن، امریکہ، فرانس وغیرہ سے رشتہ دار قربانی کے لئے کہتے ہیں (یہ توکیل ہوئی) اور پھر ہم اپنے یہاں کے اوقات ۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحج کو ان کی قربانی کرتے ہیں۔ (یعنی وکیل مکان اضحیہ کے اعتبار سے قربانی کرتے ہیں۔) تو یہ عمل عندالشرع صحیح ہے یا نہیں؟ پھر سائل نے اپنے منشاء کو دوسرے فقرہ میں واضح اور عام کر کے پیش کیا کہ دوسرے کسی بھی ملک کے لوگ ہندوستان والے کو اگر وکیل بناتے ہیں (جس میں وہ ممالک بھی آ گئے جو

ہندوستان سے جانب مشرق میں ہیں۔مثلاً آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ) تو قربانی کرنے میں وکیل (یعنی مکان اضحیہ) کے ایام کا اعتبار ہوگا یا بھیجنے والوں کے ایام قربانی کا؟ اور افریقہ وغیرہ کا ذکر بطور واقعہ کے ہے۔ اس لئے منشأ سوال بس یہی دوسرا فقرہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اصولی جواب مرحمت فرمایا کیونکہ فتوی کی عبارت ''قربانی جہاں کی جاتی ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے'' یہ **المعتبر مکان الاضحیۃ** ہی کا ترجمہ ہے۔ جو فقہی و شرعی عام ضابطہ ہے۔

لیکن مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہم نے مفتی اسماعیل صاحب زید مجدہم کے خط کا جواب دیتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے اس فتوی میں شق نکال کر جو تاویلات کی ہیں اس سے دارالعلوم دیوبند کا فتوی غیر اصولی رہ جاتا ہے۔ یا پھر جدید نظریہ کے موافق ہو کر اصول فقہ کے خلاف ٹھہرتا ہے۔ دیکھئے

☆مفتی شبیر احمد مرادآبادی دامت برکاتہم کا جواب☆

بخدمت عالیہ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب بھڈ کودروی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہونگے۔ .... سائل کے سوال میں دو گوشے تھے۔ (۱) افریقہ، امریکہ، لندن، فرانس وغیرہ کی طرف سے قربانی کے لئے ہندوستان کے رشتہ داروں کو وکیل بنا دیا جائے تو ہندوستان والے اپنے یہاں ایام قربانی یعنی دسویں ذی الحج سے بارہ ذی الحج تک قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲)

دوسرا گوشہ یہ تھا کہ دوسرے ملک والے ہندوستان والوں کو قربانی کرنے کا وکیل بناتے ہیں تو ایام قربانی میں مقامِ قربانی کا اعتبار ہے یا مقام وکیل کا؟

حضرت الاستاذ مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ نے دونوں گوشوں کا جواب ایک ساتھ دیا ہے کہ ہندوستان میں قربانی ہوگی تو اسی ملک کی تاریخ کا اعتبار ہوگا۔ اس جواب میں غور کیا جائے تو دو پہلو نکل سکتے ہیں۔ (۱) جیسا سوال ہے ویسا ہی جواب یعنی سوال میں افریقہ، لندن، امریکہ، فرانس وغیرہ میں رہنے والے لوگوں کی طرف سے قربانی ہندوستان میں کی جارہی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جن ممالک کا ذکر سوالنامہ میں ہے اُن ممالک میں دسویں ذی الحجہ ہندوستان کے بعد نہیں ہوتا۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ملے گا کہ دسویں ذی الحجہ پہلے ہندوستان میں ہو جائے اور بعد میں ان ممالک میں ہو بلکہ اس کے برعکس ہوسکتا ہے کہ دسویں ذی الحجہ پہلے ان ممالک میں ہو اور ہندوستان میں بعد میں ہو تو جواب کے اس پہلو کے اعتبار سے حضرت الاستاذ مفتی ظفیر الدین صاحب کا جواب سوال کے مطابق ہے اور واقع کے مطابق بھی ہے اور اس خاکسار کا جواب جو ندائے شاہی جنوری ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا ہے اس کے مطابق بھی ہے اور یہی اصل بھی ہے۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ جواب کا یہی مطلب ہے کہ علی الاطلاق اسی جگہ کا اعتبار ہے جس جگہ قربانی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں سعودی عرب، افریقہ، مراکش، لندن، فرانس، امریکہ وغیرہ کی طرف سے ہندوستان والوں کو قربانی کا وکیل بنا دیا جائے اور ہندوستان والے اپنے یہاں کی دسویں ذی الحجہ سے قربانی شروع کر دیں تو چونکہ مؤکل، مضحی اور مالک کے یہاں دسویں ذی الحجہ پہلے ہو چکی ہے اس لئے مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا اور قربانی بھی ہندوستان کی دسویں ذی الحجہ

کے اعتبار سے درست ہوجائے گی اور دارالعلوم کا فتوی اس اعتبار سے بھی سوال کے مطابق ہوجائے گا۔ {نیز مقامِ اضحیہ کا یوں بھی اعتبار ہوجاتا ہے کہ اگر مالک اور مضحی کے یہاں بارہویں ذی الحجہ ہواور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں تیرہویں ذی الحجہ ہوتو مقام اضحیہ کا اعتبار کر کے قربانی کو صحیح قرار دیا جائے گا اس لئے کہ سبب وجوب دونوں جگہ پہلے پایا جاچکا ہے}۔ ہاں البتہ اگر اس کے برعکس ہوجائے کہ ہندوستان والے افریقہ، لندن، امریکہ، سعودی عرب والوں کو قربانی کا وکیل بنائیں مثلاً کوئی ہندوستانی یہ چاہتا ہے کہ اپنی قربانی حرم مکی کے حدود میں کرادے چنانچہ کسی حاجی کے ہاتھ قربانی کا پیسہ یہ کہہ کر روانہ کر دیتا ہے کہ میری قربانی حدودحرم میں کر دینا تاکہ مجھے زیادہ ثواب مل جائے پھر وہ حاجی دسویں ذی الحجہ کو اپنی ہدی کی قربانی کے ساتھ ہندوستانی کی بھی قربانی کر دیتا ہے تو ہندوستانی کی قربانی درست نہ ہوگی کیونکہ ہندوستان میں ابھی نویں ذی الحجہ ہے اور وہ ہندوستانی خود بھی نویں ذی الحجہ کو ہندوستان میں موجود ہے اس لئے اس کے اوپر واجب ہی نہیں ہوئی اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہندوستان کے جس آدمی نے وکیل بنایا ہے اور وہ اگر ہندوستان میں نویں ذی الحجہ کو مر جاتا ہے تو اس کے اوپر قربانی کا وجوب ہی باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ اسی دن حرم شریف میں دسویں ذی الحجہ ہے تو اس پہلو کے اعتبار سے حضرت الاستاذ مفتی ظفیر الدین صاحب کے جواب کے بارے میں ان سے براہِ راست گفتگو کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن مصروفیت زیادہ ہونے کی وجہ سے ازخود اب تک سفر نہیں کرسکا اور آنجناب کا ٹیلیفون میں بھی تقاضہ آ گیا تو اس لئے دارالافتاء کے ایک طالب علم کو احقر کے جواب کا نقل لے کر دارالعلوم دیوبند روانہ کیا گیا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیان

کرام نے پوری تحریر کا مطالعہ کر کے احقر کے جواب کی تصدیق کر دی ہے اور اس تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ دار العلوم کے جواب میں احقر نے جو مختلف گوشے متعین کیا ہے ان میں سے آخری گوشہ میں شبہ تھا مگر مفتیان دار العلوم دیوبند کے احقر کے جواب کی تصدیق کر دینے سے وہ شبہ بھی دور ہو گیا۔ والسلام۔

طالب دعا شبیر احمد عفا اللہ عنہ

(مہر دار الافتاء) دار الافتاء مدرسہ شاہی، مراد آباد ۶ / ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ

☆ایک فاحش غلطی کی نشاندہی☆

خط کے اس جواب میں متعدد خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ منجملہ یہاں صرف ایک فاحش اور واضح غلطی کی طرف اہل علم کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ بین القوسین عبارت کو ملاحظہ کیجیے۔ کس قدر مسلمہٗ شریعت کے خلاف ہے کہ مالک اور مضحی کے یہاں بارہویں ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جا رہی ہے (یعنی مکان اضحیہ) وہاں تیرہویں ذی الحجہ ہو الخ اس میں مقام اضحیہ کا اعتبار کہاں ہوا؟ کیونکہ تیرہویں کو بالفاظ دیگر ایام نحر گذرنے کے بعد قربانی بالاتفاق جائز نہیں اور مکان مالک کا اعتبار کریں تب بھی تیرہویں کو جائز نہیں ہے کیونکہ اداء کے لئے وقتِ اداء کا ہونا شرعاً ضروری ہے اور اسے نئے موقف کے قائلین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے جناب کا یہ جزئیہ خود اپنے جدید موقف کے بھی خلاف ہو گیا اور فقہ حنفی کے خلاف تو ہے ہی۔ اور پھر مفتی صاحب جواز کی وجہ بھی بتا رہے ہیں کہ ''سبب وجوب دونوں جگہ پہلے پایا جا چکا ہے''۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ سبب

وجوب کے پائے جانے کے بعد وقتِ اداء چاہے نہ ہو تب بھی قربانی درست ہے۔ لہذا تیرہویں کیا بلکہ چودھویں اور پندرہویں ذی الحجہ کو بھی قربانی جائز ہونی چاہئے۔ فافہم

قارئین خود فیصلہ کریں کہ یہ کس حد تک امکانِ جواز کے دائرہ میں آ سکتا ہے اور اگر ان سب کے باوجود مفتی شبیر احمد صاحب کا فتویٰ درست سمجھا جاتا ہے تو یہ اجماعِ اُمّت سے یقیناً انحراف ہے۔ لہذا مظاہر علوم اور دار العلوم کے بعض مفتیان کرام کا مسئلۂ ہذا میں مفتی شبیر احمد صاحب کے فتوی پر دستخط کر دینا حق یہ ہے کہ یہ ذہول عن الاصول اور لغزش ہے۔ لہذا اسے تصدیق سمجھنا بجائے خود صحیح نہیں ہے۔

آپ دیکھئے کہ رفع تعارض کی سعی میں مفتی صاحب نے دار العلوم کے فتوی کی حیثیت ہی بدل ڈالی بلکہ جناب کا قلم ہی اصول شرعیہ کے دائرہ سے خارج ہو رہا ہے۔ پس بجائے تعارض ختم ہونے کے اپنے ہی موقف کے درمیان مزید تعارض پیدا ہو گیا۔

{وقت معین کے ساتھ وجوب اداء مختص ہے نہ کہ وجوب فی الذمہ}

وجوبِ اداء یعنی مامور بہ کی ادائیگی کا مطالبہ خطابِ اِلٰہی سے اور خطاب وقت معین میں ہوتا ہے اس سے قبل نہیں یہ فقہ کا مسلّمہ اصول ہے۔

(۱) ان وجوب الاحکام متعلق باسبابها و انما يتعلق بالخطاب وجوب الاداء

(اصول بزدوی)

(۲) الثاني وجوب الاداء وهو اسقاط ما في الذمة و تفريغها من الواجب و انه ثبت بالخطاب۔ (بدائع)

(۳)فسبب وجوب الصلوۃ الوقت بدلیل ان الخطاب باداء الصلاۃ لایتوجه قبل دخول الوقت وانمایتوجه بعد دخول الوقت والخطاب مثبت لوجوب الاداء ومعرف للعبد سبب الوجوب قبله (اصول الشاشی)

(۴)ووجه ماتقرر فی علم الاصول من ان وجوب الاداء فی الموقتات التی یفضل الوقت عن ادائها کالصلاۃ ونحوها انمایثبت آخر الوقت اذھنا یتوجه الخطاب حقیقۃ۔ (تکملہ فتح القدیر)

(۵)وسببها الاصلی خطاب اللہ تعالی ای سبب وجوب الادا۔ (مراقی)

(۶)واسبابها اوقاتها وتجب ای یفترض فعلها باول الوقت وجوباً موسعاً فلا حرج حتی یضیق عن الاداء ویتوجه الخطاب حتماً۔ (مراقی الفلاح)

(۷)ویخرج (ای لصلوۃ الجمعه) حین تزول الشمس لان الخطاب یتوجه بعده۔ (ہدایہ ج اول)

(۸)وسبب لزوم ادائها ھذا ھو السبب الحقیقی توجه الخطاب ای الخطاب المتوجه الی المکلفین بالامر بالاداء۔ (شامی)

(۹)واما وجوب الاداء الموقوف علی مطالبۃ الشارع فهو یتحقق بعد حولان الحول۔ (عمدۃ الرعایہ)

(۱۰)تجب علی حر مسلم مالک النصاب اوقیمته و ان لم یحل علیه الحول عند طلوع فجر یوم الفطر ۔ قوله عند طلوع ۔ بیان لوقت وجوب الاداء (نورالایضاح مع حاشیہ)

(۱۱)وقد یجامع الشرط السبب مع اختلاف النسبة کوقت الصلاة فانه شرط بالنسبة الی الاداء وسبب بالنسبة الی وجوب الاداء۔ (تقریروتحبیر)

(۱۲)............ ان الوجوب عند الاداء او فی آخر الوقت فاذا مات قبل الاداء مات قبل ان تجب علیه کمن مات فی وقت الصلاة قبل ان یصلیها انه مات ولا صلوة علیه۔ (بدائع)

مذکورہ اصولی وفقہی عبارات سے قطعی طور پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وجوب اداء وقتِ معین کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اداء کے وجوب کا ثبوت خطاب سے اور خطاب وقت سے قبل نہیں ہوتا۔ پس لامحالہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وقتِ معین کی آمد سے ثابت ہونے والا وجوب وہ وجوب الاداء ہے جو اداء یعنی مامور بہ کی ادائیگی سے متصل ہوا کرتا ہے نہ کہ وہ وجوب جو اداء سے منفصل اور وجوبِ اداء سے بھی مقدم ہوا کرتا ہے جسے اصلِ وجوب یا نفس وجوب اور اہلیتِ وجوب بھی کہتے ہیں۔ نیز انتقال سببیت والی دلیل جیسا کہ راقم نے اپنے مقالہ (تحقیق الکلام فی بیان السبب لوجوب الاحکام) میں پیش کی ہے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ تقریباً تمام کتب اصول اور امہات کتب فقہ میں موجود ہے وہ بالکل صاف اور صریح ہے کہ سبب کا انتقال وجوبِ اداء سے متعلق ہے۔

{وقت خاص کو نفس وجوب کی شرط سمجھنے کے نتائج}

اس کے باوجود اگر وقت خاص کو نفس وجوب یعنی ذمہ کے مشغول بالواجب

ہونے کے لئے شرط یا علّت قرار دیتے ہیں تو اسکا نتیجہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقتِ خاص کے گذر جانے کے بعد اداء تو کیا قضاء کا مسئلہ بھی باقی نہ رہے گا کیونکہ مایثبت بہ الشی کے عدم سے شی کا نہ ہونا ظاہر ہے۔ پس

(اول) وقتِ خاص کے گذر جانے سے نفسِ وجوب زائل ہو جائے گا۔

(الف) جیسے اسلام پر نفس وجوب موقوف ہے کوئی شخص نعوذ باللہ اگر مرتد ہو جائے تو نفس وجوب ہی ختم ہو جاتا ہے۔

(ب) اور جیسے عقل پر نفس وجوب موقوف ہے لہذا اگر کسی کو جنون مطبق لاحق ہو گیا تو نفس وجوب باقی نہیں رہتا ہے۔ عبادات کی اداء بلکہ قضاء کا بھی مطالبہ نہیں رہ جاتا ہے۔ (مذکورہ دونوں امر شرط وجوب ہیں۔)

(ج) اور جیسے ملک نصاب پر زکوۃ کا نفس وجوب موقوف ہے۔ نصاب نامی فاضل عن حوائجہ الاصلیہ کا مالک بننے کے بعد حولان حول سے پہلے یا بعد میں بہر حال ادائے زکوۃ سے پہلے اگر وہ فقیر و کنگال ہو گیا تو سرے سے نفس وجوب ہی رخصت ہو جاتا ہے۔

(دوم) صدقۃ الفطر کے لئے وقت خاص یعنی طلوع صبح یوم الفطر شرط ہے وجوب اداء کی نہ کہ نفس وجوب کی۔ پس اگر وقت خاص کو نفس وجوب میں موثر مانیں تو لازم آئے گا کہ مالک نصاب ہونے کے باوجود طلوع فجر یوم الفطر سے پہلے صدقہ ادا کرنا صحیح نہ ہو۔ اور جب باتفاق احناف اور ظاہر الروایت کے مطابق صبح صادق سے قبل صدقۃ الفطر ادا کرنا صحیح ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وقت خاص کو نفس وجوب میں قطعاً دخل نہیں ہے۔ اور اگر کہا

جائے کہ صدقۃ الفطر کا نفس وجوب رأس یمونہ ویلی علیہ کی وجہ سے ہے جس کو سببِ وجوب کہا گیا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ ورنہ بغیر غنائے شرعی کے یوم العید سے پہلے واجب صدقہ اداء ہو جانا چاہیے اس لئے کہ وقت سے نفسِ وجوب کے قائلین نے غنا کو نفس وجوب کی شرط نہیں مانا ہے اور وجوب اداء کی شرط سے پہلے اداء جائز ہے جیسے حولان حول سے پہلے زکوۃ ادا کرنا۔ پس معلوم ہوا کہ رأس یمونہ کو سبب وجوب قرار دینا وجوب اداء کے تعدد و عدم تعدد کی معرفت کے لئے ہے۔

(سوم) قربانی کے وقتِ خاص (از طلوع فجر یوم النحر تا غروب ثانی عشر) کو سبب وجوب کہا گیا ہے۔ راقم السطور نے پوری تحقیق وتدقیق سے فقہی واصولی صریح عبارتوں سے دکھا دیا ہے کہ ایام نحر سبب وجوب اداء ہے۔ مگر جدید موقف کے قائلین دوسرے حقائق اور نتائج سے قطع نظر کرتے ہوئے وجوب اداء کے مقابل نفس وجوب (اصطلاحی) مراد لیتے ہیں لہذا ایام نحر کی آمد پر ہی نفس وجوب (یعنی ذمہ مشغول بالواجب) ہوتا ہے تو ....

(الف) اگر فقیر (غیر مالک نصاب) نے ابتدائے یوم النحر میں قربانی کی اور ختم ایام سے پہلے غنی ہو گیا تو دوبارہ اس پر قربانی کرنا واجب الاعادہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بقول آپ کے قربانی نفس وجوب کے بعد وقتِ اداء میں کی گئی ہے۔ حالانکہ بالاتفاق وقتِ وجوب کے ختم سے پہلے غنا کا اگر تحقق ہو گیا تو قربانی واجب ہوگی اور پہلے والی قربانی بہر حال نفل کہلائے گی۔ اس صورت میں اگر آپ کہیں کہ شرطِ وجوب (غنا) نہیں پائی گئی اس لئے واجب اداء نہیں ہوئی تو میں کہوں گا کہ (آپ نے غِنا کو محض شرطِ وجوبِ اداء کی حیثیت دی

ہے اس لئے اداء مالی عبادت میں وقتِ وجوبِ اداء سے پہلے جائز ہے۔ جیسے زکوۃ حولان حول سے قبل اور صدقہ الفطر صبح یوم الفطر سے پہلے ادا کرنا احناف کے نزدیک درست ہے اور یہاں فقیر کی قربانی وقتِ وجوبِ ادا میں ہوئی ہے۔ البتہ اداء شرطِ نفسِ وجوب اور شرطِ صحتِ اداء سے مقدم نہیں ہوسکتی۔)

(ب)اور اگر غِنا کے تحقق کے بعد ذمہ مشغول بالواجب ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر والے مسئلہ سے بخوبی ظاہر ہے تو بالیقین معلوم ہوا کہ وقتِ خاص کے دخول سے ذمہ مشغول بالواجب نہیں ہوا۔

(ج)اور اگر وقت خاص کو مع شرط غِنا کے نفس وجوب کا سبب کہا جائے جیسا کہ جدید موقف کا لازمی تقاضہ ہے تو پھر شرائط وجوب کا ابتدائے وقت سے ہونا ضروری ٹھہرے گا حالانکہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ شرائط وجوب کا ابتدائے وقت سے ہونا لازم نہیں ہے۔ وقت اخیر میں ہونا معتبر ہے۔

(د)اور اگر مان لیں کہ مالدار (شرعاً غنی) پر صبح یوم النحر کی آمد سے نفس وجوب ہو گیا اب واجب قربانی صحیح ہے چاہے خود کرے یا اس کا نائب جیسا کہ کراچی کے فتوی میں موجود ہے تو میں عرض کروں گا

اگر من علیہ الاضحیہ نے قربانی کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ ایام نحر گذرنے سے پہلے وہ فقیر ہو گیا تو دخولِ وقت سے نفس وجوب ماننے کا مقتضاء یہ ہے کہ پھر بھی واجب قربانی ادا ہو جانی چاہیے حالانکہ بالاتفاق قربانی کا وجوب ہی ساقط ہو جائے گا کیونکہ ملک نصاب (غنا) قربانی کے وجوب میں شرط محض نہیں ہے جس کا وقتِ وجوب میں (صدقہ

الفطر کی طرح) صرف پایا جانا کافی ہے بعد میں چاہے وہ شرط نہ رہے بلکہ زکوۃ کی طرح یہ شرط فی معنی العلۃ ہے جس کا ادا تک باقی رہنا وقتِ اداء میں ضروری ہے۔ **وھذہ لانھا تشبہ الزکوۃ من حیث انھا تسقط بھلاک المال قبل مضی ایام النحر کالزکوۃ بھلاک النصاب۔** (ہدایہ ص ۴۴۶ کتاب الاضحیہ)

.... **لانھا تسقط بالھلاک قبل مضی ایام النحر کالزکوۃ تسقط بھلاک النصاب** (ای مطلقا) (فتح العنایہ شرح نقایہ ص ۲۶۹/۲) ودیگر کتبِ فقہ

(ہ) مزید براں اگر نفس وجوب وقت (خاص) سے اور وجوب اداء غنا وغیرہ سے مانیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے اور وقت (ایام نحر) شرط اداء تو ہے ہی تو لازم آئے گا کہ شرطِ اداء نفس وجوب کے ساتھ مجتمع ہو حالانکہ شرطِ اداء کا اجتماع سبب وجوب اداء کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے یہی وجوب متصل بالاداء ہوتا ہے۔ **وقد یجامع الشرطُ السبب۔ مع اختلاف النسبۃ کوقت الصلاۃ فانہ شرط بالنسبۃ الی الاداء وسبب بالنسبۃ الی وجوب الاداء** کیونکہ وجوبِ اداء میں وجوب متصل بالاداء ہوتا ہے نفس وجوب تو وجوب اداء سے منفک ومقدم ہوتا ہے۔

(چہارم) وقتِ خاص للعبادات ہی کو اگر نفس وجوب (ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے) کا ذریعہ مانا جائے تو اس سے شرعی وفقہی مسلّمہ اور اصل الاصول کی مخالفت ہوگی وہ ہے **القربات الموقتۃ یعتبر وقتھا فی حق فاعلھا لا فی حق المفعول عنہ** اور یہ متفق علیہ ضابطہ ہے۔ چنانچہ حج عن الغیر میں دیکھئے ارکان و واجبات کی ادائیگی میں وقت کی

رعایت فاعل یعنی حاج عن الغیر کے حق میں ضروری ہے نہ کہ محجوج عنہ کے اعتبار سے اور حج عن الغیر کا سلسلہ حضور ﷺ کے زمانہ سے جاری وساری ہے۔ ہر سال ایک معتدبہ مقدار اُن حاجیوں کی بھی ہوتی ہے جو کسی صاحب استطاعت معذور کی طرف سے حج فرض اداء کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ وقوفِ عرفہ (مع دیگر فرائض حج کی ادائیگی) کے لئے وقت کا لحاظ حجاج کے حق میں ہے۔ حالانکہ جن کی طرف سے حج بدل کیا جارہا ہے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا کے مختلف ایسے خطوں میں ہوتے ہیں جہاں یا تو یوم عرفہ نہیں ہے یا وقتِ وقوف عرفہ نہیں ہوا ہے یا پھر وقوف کا اصل وقت گذر چکا ہے۔

کیونکہ ذمہ کا مشغول بالحج ہونا استطاعت پر موقوف ہے اور استطاعت سے محجوج عنہ متصف ہے لہذا نفسِ وجوب قائم ہے۔ رہا بیت اللہ کو سبب وجوب قرار دینا سو یہ وجوبِ اداء کے توحد وعدم تکرار کی معرفت کے لئے مقرر کیا گیا ہے جو کہ سبب ظاہر ہے **وانما اشکل علی الاقرع بن حابس لانہ من الجائز ان یکون سبب الحج ما یتکرر وھو وقتہ کالصوم والصلاۃ ومن الجائز ان یکون سببہ مالایتکرر وھو البیت فبیّن صلی اللہ علیہ وسلم ان السبب ھو البیت فلھذا سأل لالکون الامر محتملاً للتکرار۔** (البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحاج الی بیت اللہ العتیق۔ ج ۱/ص ۳۵۷) اور وقت یعنی ایام حج فقط شرطِ اداء ہے۔

اسی اصل الاصول کی ایک فرع **المعتبر مکان الاضحیہ** ہے اور یہ بھی اصل کلی ہے جس پر تمام فقہا کا اتفاق ہے یعنی وقت کا اعتبار فاعل یعنی ذابح کے حق میں ہوگا نہ کہ مذبوح عنہ (یعنی من علیہ الاضحیہ یا من منہُ الاضحیہ) کے حق میں **لان الذبح ھو**

القربة فیعتبر مکان فعلها لا مکان المفعول عنه (بدائع) اور اسی کلی پر متفرع وہ جزئی ہے جو حیلة المصری الخ کے عنوان سے کتب فقہ میں درج ہے اور یہ بھی مسلّم اور معمول بہ ہے۔ اس میں بھی احناف کا اختلاف نہیں ہے۔ ان اصول وقواعد کا تعلق اداء یعنی قربت کی انجام دہی سے ہے خواہ قربت (قربانی) واجب ہو کہ نفل ۔ رہا قربانی کا واجب ہونا سو یہ اپنی جگہ بیان کیا گیا کہ وجوب اضحیہ کی علّت غناء ہے۔

اب اگر وقتِ خاص ہی کو ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کا سبب مانیں **کمازعموا** تو ان کلیات ومسلّمات کا عموم ہی باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا دخول وقت سے نفس وجوب کے تحقق کا موقف شرعاً وفقہاً غلط ہے۔

{تعدد وتکرار کی بحث}

وجوب ادا کو نفس وجوب سے ممتاز سمجھنے کے لئے وجوب کے تعدد وتکرار کی اصولی بحث بھی ناگزیر ہے جو کتب فقہ میں مختلف مقام پر بکھرے موتیوں کی طرح موجود ہے چنانچہ مقالہ تحقیق الکلام فی بیان السبب لوجوب الاحکام سے تعدد وتکرار وجوب کی بحث یہاں نقل کی جاتی ہے۔

احناف کے نزدیک یہ اصول طے شدہ ہے **ان الامر لایقتضی التکرار ولایحتمله** کہ امر بالذات نہ مقتضئ تکرار ہے اور نہ محتمل تکرار۔ دوسری طرف خطاب الٰہی جس پر صیغۂ امر دال ہے وہ موجود علی الدوام ہے اور بندوں کے احساس سے غائب وپوشیدہ ہے پس ضروری ہوا کہ عبادت بدنی ومالی کی ادائیگی کو کسی ایسے امر کے ساتھ

مربوط کیا جائے جس میں تکرار پایا جاتا ہو تاکہ اسکے تکرار سے یہ سمجھا جائے کہ خطاب الٰہی گویا ازسرنو بندوں کی طرف متوجہ ہورہا ہے۔

وماتکرر من العبادات فباسبابھا لا بالاوامر جواب سوال یرد علینا وھو ان الامر اذالم یقتض التکرار ولم یحتملہ فبای وجہٍ تتکرر العبادات مثل الصلاۃ والصیام وغیر ذلک فیقول ان ماتکرر من العبادات لیس بالاوامر بل بالاسباب لان تکرار السبب یدل علی تکرار المسبب (نورالانوار:۳۵)

قولہ لیس بالاوامر والا لاستغرقت العبادات الاوقات کلھا لدوام الامر ۔(حاشیہ)

چنانچہ شارعِ حکیم کے کلامِ اضافی سے استدلال کرتے ہوئے ائمۂ مجتہدین نے ملک نصاب کووجوب زکوٰۃ کیلئے اور رأس موصوف بالولایۃ والمؤنۃ کووجوبِ صدقہ کیلئے سبب قرار دیا کیونکہ ملکیت میں باعتبار نصاب کےاور مؤنت وولایت میں باعتبار رأس کے تعدد وتکرار پایا جاتا ہے اور جب ملک نصاب اور رأس یمونہ ویلی علیہ کوسبب قرار دیدیا تووقت وجوبِ اداء کوشرط کہا گیا (اگرچہ وقت کے تکرار سے حکم میں تکرار بھی مسلّم ہے مگر دو چیزوں کا ایک نام تجویز کرنا غیرمناسب معلوم ہوا) اور نماز ،روزہ اور قربانی میں اوقات وایام مخصوصہ کوسبب قرار دیا کہ وقت میں تکرار کا ہونا مشاہدو یقینی ہے۔

اور حج زندگی میں فقط ایک مرتبہ ہے اسلئے حج کی اضافت بیت اللہ کی طرف کی گئی جو غیرمتکرر ہے اور استطاعت (قدرت علی الزاد والراحلہ) کوباوجودیکہ وجوبِ حج

اس پر موقوف ہے یعنی نفس وجوب کی شرط ہے اور وجوب ہی چونکہ مفضی الی الاداء ہوتا ہے اس اعتبار سے استطاعت کو سبب کہا جاسکتا ہے مگر چونکہ اسمیں تکرار کا بھی تحقق ہوتا ہے اسلئے سبب (بالمعنی الاصطلاحی) قرار نہیں دیا گیا۔

وفی الذخیرة وقد رتب الله سبحانه وتعالیٰ وجوب الحج علی الاستطاعة وترتیب الحکم علی الوصف یشعر بسببیّة ذلک الوصف لذلک الحکم کقولنا زنی فرجم، وسها فسجد، وسرق فقطع، فتکون الاستطاعة سببا لوجوبه۔(حاشیه چلپی علی التبیین: ٢/٢٣٦) والمال لیس بسبب فیه ولکنه معتبر لیتیسر به الوصول الی مواضع اداء ارکانه۔ (مبسوط۔کتاب الحج)

غرض جس شئ کو سبب قرار دیا جارہا ہے اسمیں تعدد و تکرار کا خاص معنی ملحوظ ہے اسی وجہ سے واجبات کی نسبت اسباب کی طرف ہوا کرتی ہے **فالواجبات تضاف الی اسبابها (مبسوط: ۲/۴)** قطع نظر اس سے کہ وہ سبب فی معنی العلۃ ہے یا سبب فی معنی الشرط

اب فقہاء کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اعلم ان الصلاة فرضت لاوقاتها قال الله تعالیٰ اقم الصلوٰة لدلوک الشمس ولهذا تکرر وجوبها بتکرار الوقت وتودّی فی مواقیتها
(مبسوط: ۱/۱۴۱)

(۲) وسبب الاول الشهر ولهذا یضاف الیه ویتکرر بتکرره (هدایه:

۱/۲۱۱ کتاب الصوم)

(۳) فشهود جزء منه سبب لكله ثم كل يوم سبب وجوب ادائه غاية الامر انه تكرر سبب وجوب صوم اليوم باعتبار خصوصه كما في الفتح (شامی: ۳/۳۳۳)

(۴) ولان سببه البيت وانه لا يتعدد فلا يتكرر الوجوب (ہدایہ: ۲۳۲)

(۵) وقد علم ان السبب اذا لم يتكرر لا يتكرر المسبب وانما كان سببه البيت لاضافته اليه يقال حج البيت والاضافة دليل السببية (بنایہ: ۴/۶)

(۶) وسبب وجوب الحج ما اشار اليه الله تعالىٰ فی قوله ولله على الناس حج البيت فالواجبات تضاف الى اسبابها ولهذا لا يجب في العمر الا مرة واحدة لان سببه وهو البيت غير متكرر والاصل فيه حديث الاقرع بن حابس ﷺ ـــــــ والوقت فيه شرط الاداء وليس بسبب ولهذا لا يتكرر بتكرر الوقت (مبسوط: ۲/۴)

(۷) الاضافة اى اضافة الصدقة الى الفطر باعتبار انه وقته اى وقت الوجوب فكانت اضافته مجازية وهذا يتعدد بتعدد الرأس مع اتحاد اليوم اى لاجل تعدد الصدقة بتعدد الرأس ان لم يتعدد الفطر فعلم ان الرأس هو السبب في اليوم (بنایہ: ۳/۵۷۲)

(۸)... ولانه يتضاعف بتضاعف الرؤس فعلم ان السبب هو الرأس وانما يعمل في وقت مخصوص وهو وقت الفطر ولهذا يضاف اليه فيقال صدقة

الفطر والاضافة فی الاصل وان کان الی السبب فقد یضاف الی الشرط مجازا فان الاضافة تحتمل الاستعارة فاما التضاعف بتضاعف الرؤس لایحتمل الاستعارة (مبسوط: ۲/۱۰۱)

(۹) النصاب انما یکون سببا باعتبار صفة النماء فان الواجب جزء من فضل المال قال اللّٰہ تعالیٰ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو ای الفضل فصار السبب النصاب النامی ولهذا یضاف الی النصاب والی السائمة یقال زکاة السائمة وزکوٰة التجارة والدلیل علیه ان الواجب یتضاعف بتضاعف النصاب فان قیل الزکوٰة تتکرر فی النصاب الواحد بتکرر الحول ثم الحول شرط ولیس بسبب الخ۔(دیکھئے مبسوط: ۲/۱۵۰)

پس اگر نصاب اور رأس کے بجائے وقت کو سبب قرار دیا جاتا تو تکرارِ وقت سے وجوب ضرور مکرر ہوتا لیکن متعدد وجوب نہ ہوتا۔ اور اگر ایامِ حج سے وجوبِ اداء کا تعلق ہوتا تو ہر سال حج کرنا ضروری ہوجاتا جیسے قربانی۔

اما حدیث الاقرع بن حابس رضی اللہ عنہ فهوماروی ابوهریرة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ایها الناس قد فرض اللّٰہ علیکم الحج فحجوا فقال الاقرع بن حابس رضی اللہ عنہ أكلّ عام یارسول اللّٰہ فسکت حتی قالها ثلثا فقال لو قلتُ نعم لوجب ولما استطعتم۔ والمعنی لو قلت "نعم" لتقرر الوجوب کل عام علی ماهو المستفاد من الامر قلنا لا بل معناه لصار الوقت سببا لانه

عليه الصلاة والسلام كان صاحب الشرع واليه نصب الشرائع

(تلویح : ۴۲۱) اور جب وقت کو سبب وجوب قرار دیا جاتا تو وجوب اداء مختص بالوقت ہوکر متکرر رہوتا۔

قربانی کے سبب وجوب کے بارے میں فقہاء کا اختلاف اور بالآخر وقت کی سببیت پر سب کا متفق ہونا سببیت کے خاص معنی کے لحاظ سے ہے۔ اور اِس معنی کے اعتبار سے وجوبِ اضحیہ کا سبب نہ غنا ویسار ہے اور نہ ہی رأس یمونہ ویلی علیہ ہے۔ ورنہ متعدد قربانی واجب ہوتی جیسے زکوٰۃ وصدقۃ الفطر۔ البتہ ایام نحر کی آمد سے وجوب مکرر ہوتا رہتا ہے اسلئے وجوب اداء یعنی وجوب اضحیہ کا سبب وقت کو قرار دیا گیا ہے۔

ان سبب وجوب الاضحية الوقت وهو ايام النحر والغنىٰ شرط الوجوب۔۔۔۔۔الايرى انه لايقال اضحية المال ولامال الاضحية فلايكون المال سببا (تكملة فتح القدير)

ولان سبب الوجوب هناك رأس يمونه ويلى عليه وقد وجد فى الولد الصغير وليس السبب الرأس ههنا الايرى انه يجب بدونه وكذا لايجب بسبب العبد (بدائع : ۵/۶۵ كتاب الاضحية)

واعلم ان عبارة البعض تفيد ترجيح كون السبب هو الرأس كصاحب الكافى حيث قال وسببها الرأس كمافى صدقة الفطر وقيل اليوم وعبارة الد رتفيد عكس ذلك۔ ومنهم من جزم بان السبب هو اليوم قال

للاضافة لقولهم يوم الاضحىٰ ولتكررها بتكرره

(فتح المعين على شرح الكنز لملا مسكين : ۳/۳۷۶)

(۱۰) ثم ههنا تكرر وجوب الاضحية بتكرر الوقت ظاهر (تكمله فتح القدير : ۹/۵۰۶)

یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے وجوب صدقۃ الفطر میں رأس کیلئے سبب کا لفظ استعمال کیا اور قربانی میں مال کیلئے نہیں کیا۔

قلنا سبب وجوب الفطرة رأس اى نفس يمونه اى يتوليه ويكفله فيجب الصدقة على الرأس۔۔۔۔۔ولكن الاضحية على المال فان لم يكن له مال لا يجب عليه فافهم (عمدة الرعايه : ۴/۳۸)

لیکن قربانی کے وجوب فی الذمہ کی علت بہرحال غنا و یسار ہے اسمیں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے اس لحاظ سے اگر کسی فقیہ کے کلام میں بسبب الغنا کا لفظ آیا ہے تو وہ سبب فی معنی العلۃ ہے۔(مثلاً تبیین الحقائق :۶/ ۴۷۸ میں عینی کی عبارت ملاحظہ کیجئے)

الحاصل وقت کو سبب قرار دینا تکرارِ وجوبِ اداء کیلئے ہے۔

{تواتر و تعامل کے خلاف دیئے گئے فتاوی میں تعارضات}

وقتِ مخصوص کی آمد سے نفس وجوب کے ثبوت کی بنیاد پر دیئے گئے فتاوی میں اصولی و فقہی متعدد غلطیوں کے علاوہ جن کی طرف راقم نے اپنے مضمون ''تعقب الفريد

علی تخصیص الوجوب بصبح العید ''میں نشاندہی کی ہے یہاں آپ کو ان فتاوی کے درمیان تعارضات دکھائے جاتے ہیں۔ توارث وتعامل کے معارض ہونے کے ساتھ فتاوی کا آپس میں متعارض ہونا اہلِ علم خود فیصلہ کریں یہ کس بات کی علامت ہے۔

پہلے ان فتاوی کی بنیادی عبارتیں پیش کی جاتی ہیں پھر تعارضات ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) دارالعلوم کراچی کے مفتی عصمت اللہ صاحب کے فتوی کی بنیادی عبارت :

''الجواب'' قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے جو کہ یوم النحر کے طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے اور غِنیٰ یعنی مالک نصاب ہونا یہ شرط وجوب ہے۔''.........................

''اگر یوم النحر ہو چکا ہے تو نفس وجوب ہو گیا۔ اب دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں خود قربانی کرے یا اس کی اجازت سے دوسرا کوئی آدمی کرے دونوں صورتوں میں یہ قربانی شرعاً ادا ہو جائے گی۔''

قال العبد : حاصل یہ کہ نفس وجوب کا سبب پورا وقت ہے اور غِنیٰ کو شرط وجوب یعنی صرف وجوب اداء کی شرط مانا گیا، پھر آگے چل کر وقتِ خاص کے جزؤاول کو متعین طریقہ پر سبب مانا ''اگر یوم النحر ہو چکا یعنی صبح صادق ہو گئی تو نفس وجوب ہو گیا۔'' بہر حال بارہویں کے غروب کے بعد نفس وجوب نہیں ہے۔

(ب) مفتی عمر فاروق صاحب لندن کے فتوی کی بنیادی عبارت :

ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ مالدار شخص اپنی قربانی وکیل کے معرفت کرنا چاہے تو

ضروری ہے کہ مالدار پر قربانی واجب ہو چکی ہو اور مالدار پر قربانی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے واجب ہوتی ہے۔ اب جو مالدار شخص جہاں رہتا ہو وہاں قربانی کا وقت شروع نہ ہوا ہو یعنی وہاں دسویں تاریخ کی صبح صادق نہ ہوئی ہو تو چاہے وکیل جہاں رہتا ہے وہاں دسویں تاریخ کی صبح صادق ہو چکی ہو وکیل کے لئے اپنے مقام پر اصل مالک کی طرف سے اس کی قربانی کرنی صحیح نہیں.....................

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمہ قربانی واجب ہونے کے بعد اس کی ادائیگی جائز اور صحیح ہونے کے لئے جس جگہ پر قربانی کا جانور ہو وہاں قربانی کا وقت شروع ہو جانے کے بعد باقی رہنا ضروری ہے چاہے اصل مالک (موکل) کے مقام میں قربانی کا وقت ختم ہو گیا ہو۔

قال العبد : حاصل یہ کہ مالدار پر نفس وجوب یوم النحر کی صبح صادق سے ہوتی ہے یعنی جزء اول متعین ہے اور نفس وجوب کے بعد اداء کے لئے وقت اضحیہ کا رہنا ضروری ہے۔ چاہے من علیہ الاضحیہ کے یہاں وقت نہ ہو۔

(ج) حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی کی تائیدی تحریر کی عبارت :

"نیز احتیاط اس میں ہے کہ جب قربانی کسی ملک میں کی جائے تو جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اس کے ملک میں بھی ایامِ اضحیہ ختم نہ ہوئے ہوں۔"

قال العبد : گویا صحتِ اضحیہ کے لئے دونوں جگہ وقت اضحیہ کا رہنا بہتر ہے

لیکن اگر من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت ختم ہوگیا اور مکان ذبح اضحیہ میں وقت موجود ہے تب بھی قربانی ادا ہوجائے گی۔

(د) مفتی شبیر احمد مرادآبادی کے فتوی کی بنیادی عبارت :

الجواب :.................................لہذا سب سے پہلے اول شرط یعنی دونوں جگہ قربانی کے زمانہ کا آنا لازم ہے، پھر شرط ثانی یعنی زمانۂ قربانی میں مسلمان کا مالک نصاب ہونا۔ ان دونوں شرطوں کے ایک ساتھ پائے جانے کے بعد تیسری کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔..

اب اصل مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ مکان اضحیہ کا اعتبار کرنا اس وقت درست ہے کہ جب مالکِ اضحیہ کے یہاں شرط یعنی سبب وجوب جو کہ قربانی کے ایام (دسویں ذی الحجہ سے لے کر بارہویں ذی الحجہ کا درمیانی زمانہ) دونوں جگہ پایا جانا لازم ہے۔ ....

قال العبد : یعنی من علیہ الاضحیہ (موکل) اور مکان اضحیہ دونوں جگہ وقتِ نحر کا ہونا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ مالک اضحیہ کے یہاں وقت اگر شروع ہی نہیں ہوا یا وقت ختم ہوگیا تو خواہ مکان اضحیہ میں وقت موجود ہو قربانی کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(ھ) مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی کے جواب میں مفتی شبیر احمد صاحب کے خط کا ایک جملہ :

” نیز مقام اضحیہ کا یوں بھی اعتبار ہوجاتا ہے کہ اگر مالک اور مضحی کے یہاں

بارہویں ذی الحجہ ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں تیرہویں ذی الحجہ ہو تو مقام اضحیہ کا اعتبار کر کے قربانی کو صحیح قرار دیا جائے گا اس لئے کہ سبب وجوب دونوں جگہ پایا جا چکا ہے۔

قال العبد : حاصل یہ کہ من علیہ الاضحیہ کے یہاں وقت ہو اور مکان اضحیہ میں وقت چاہے نہ ہو تب بھی قربانی صحیح ہو جائے گی۔

(و) حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی کے فتوی کی عبارت :

فقہاء کرام نے قربانی کا سبب وجوب ایام نحر یعنی قربانی کے دنوں کا ہونا بتلایا ہے۔ **وسببها الوقت وهو ايام النحر** .... اب اگر کوئی شخص جس پر قربانی واجب ہوتی ہے جب تک قربانی کے دن نہیں آئیں گے وہاں تک اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ .... جس جانور کو بطور قربانی ذبح کر کے واجب ادا کیا جارہا ہے اس کے لئے بھی شریعت کی طرف سے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ جانور قربانی کے دنوں اور وقت میں ذبح کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اپنی قربانی کا جانور ایسے دن اور وقت میں ذبح کر رہا ہے جو قربانی کے دن نہیں ہیں تو اس طرح ذبح کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوگی، ....اس پورے مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کیا جارہا ہو اس وقت قربانی کا دن اور وقت ہونا ضروری ہے۔

☆ **پہلا تعارض :** ایک طرف یہ لکھا جارہا ہے کہ ایامِ نحر از اول تا آخر یعنی پورا وقت سبب وجوب ہے اور سبب وجوب سے انکے قول کے مطابق نفس وجوب مراد ہے تو مطلب یہ ہوا

کہ نفس وجوب پورے وقت میں کبھی بھی ہوسکتا ہے۔ جزءِ اول متعین نہیں ہے۔ اور آگے پھر لکھتے ہیں کہ وقت کے جزء اول سے وجوب ہوجاتا ہے یعنی نفس وجوب وقت کے جزء اول کے آنے کے ساتھ خاص کرلیا ہے۔

☆ **دوسرا تعارض:** ایک جانب یہ لکھا گیا ہے کہ وقت سے قربانی واجب ہونے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کیا جارہا ہو اُس وقت قربانی کا دن اور وقت ہونا ضروری ہے۔ چاہے اصل مالک کے مقام میں قربانی کا وقت ختم ہوگیا ہو۔ گویا دونوں جگہ وقت کا رہنا ضروری نہیں ۔ بلکہ صرف مکان اضحیہ میں وقت کا رہنا ضروری ہے۔ دوسری جانب مفتی شبیر صاحب کے فتوی کی یہ عبارت دیکھئے ’’کہ دونوں جگہ قربانی کے ایام (دسویں ذی الحجہ سے لے کر بارہویں کے درمیانی زمانہ) پایا جانا لازم ہے۔‘‘ گویا جس طرح من علیہ الاضحیہ کے یہاں وقت نہ ہوا ہو تو قربانی درست نہیں اسی طرح اگر وقت من علیہ الاضحیہ کے یہاں ختم ہوگیا ہو تو بھی مکان اضحیہ میں قربانی درست نہیں ہے۔

☆ **تیسرا تعارض:** ایک طرف تو یہ طے ہے کہ وجوب اضحیہ کے بعد ذبح اضحیہ کی صحت کے لئے وقتِ اضحیہ کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ ان فتاوی میں بھی ہے مگر دوسری جانب مفتی شبیر احمد صاحب نے مفتی اسماعیل صاحب بھڈکودروی کے استفسار کا جو جواب دیا ہے اس میں ہے کہ من علیہ الاضحیہ کے یہاں ۱۲ویں ذی الحجہ ہو اور مکان اضحیہ میں ۱۳ر (تیرہویں) ذی الحجہ ہو تب بھی قربانی درست ہوجائے گی۔ گویا سبب وجوب کے بعد ذبح اضحیہ کے لئے وقت کا باقی رہنا ضروری نہیں ہے۔ مفتی شبیر صاحب کا یہ قول شرع کے

خلاف اور جدید موقف کے قائلین کے بھی خلاف ہے حتیٰ کہ خود ان کا فتوی جو ندائے شاہی میں شائع ہوا ہے اس کے بھی خلاف ہو رہا ہے۔

☆ **چوتھا تعارض:** ایک طرف ابتدائے وقت میں من علیہ الاضحیہ کا اعتبار کیا کہ مکانِ اضحیہ میں باوجود وقت ہو جانے کے کہتے ہیں کہ جب تک من علیہ الاضحیہ کے یہاں وقت نہ ہو جائے قربانی درست نہیں ہوگی۔ مگر دیکھئے دوسری طرف انتہائے وقت میں مکان اضحیہ کا اعتبار کر رہے ہیں۔ چاہے من علیہ الاضحیہ کے حق میں وقت نہ رہا ہو۔ یہ عجیب بات ہے۔

کیونکہ کہ جب وقت کی آمد سے نفس وجوب کا تحقق مان رہے ہیں تو وقت کے گذر جانے سے قطعاً نفس وجوب بھی زائل ہو جائے گا۔ اس لئے ابتداء میں اگر من علیہ الاضحیہ کا اعتبار کرتے ہیں تو اختتام میں بھی اسی کا اعتبار ضروری ہے اور اگر انتہاء میں مکان اضحیہ کا اعتبار اس لئے کر رہے ہیں کہ وقت سے نفس وجوب ہو چکا اور نفس وجوب متحقق ہونے کے بعد وقت گذرنے کے باوجود وجوب ختم نہیں ہوا۔ (شاید اسی وجہ سے مفتی شبّیر احمد صاحب نے تیرہویں کو قربانی کے جواز کا فتوی دے دیا ہے۔) تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر من علیہ الاضحیہ پر سال گذر گیا اور وہ سال بھر صاحب نصاب رہا جیسا کہ عموماً ہوا کرتا ہے تو اب دوسری صبح یوم النحر کی آمد سے نفسِ وجوب کا تحقق چہ معنی دارد۔ پس یقین کر لیجیے کہ نفس وجوب وقت معیّن سے نہیں ہے۔

☆ **پانچواں تعارض:** دیکھئے فتوی میں یہ لکھا ہے کہ "مالدار پر قربانی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے واجب ہوتی ہے" اور وقت کو شرعاً سبب وجوب قرار دیا گیا ہے مگر اس سے یہ

سمجھا جارہا ہے کہ غنی پر طلوع صبح نحر سے پہلے نفس وجوب نہیں ہوتا۔

حالانکہ جب آپ نے مکلف کو یوم النحر کی آمد سے قبل شرعاً غنی تسلیم کیا (جیسا کہ لفظ غنی اور مالدار صراحۃً مذکور ہے) تو غنا یعنی ملک نصاب کی وجہ سے شرعاً اس شخص کا ذمہ مشغول بالواجب تو ہوگیا کیونکہ غناء ویسار قربانی کے نفس وجوب کی علّت ہے جیسا کہ وجوب زکاۃ میں علّت ہے۔(دیکھئے مقالہ ''نور السنی لمن یجب علیه الاضحیه بالغنی'') لہذا اصل وجوب تو ثابت ہو چکا اب وقت کی آمد پر جس وجوب کا تحقق ہوگا وہ اصطلاح فقہ میں وجوب اداء ہے اس لئے یہ عبارت کہ '' مالدار پر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے قربانی واجب ہوگی۔'' یہ وجوب ادا کی تعبیر ہے۔

پس فتوی کا یہ لفظ یعنی غنی دلالت کر رہا ہے کہ شرعاً نفس وجوب ہو چکا ہے اور نظریہ اس کے خلاف قائم کیا گیا کہ مالدار پر نفس وجوب وقت سے پہلے نہیں ہوگا یہ دونوں کیسے صحیح ہو سکتے ہیں۔ لہذا وہ تعارض جس کے رفع کی درخواست مفتی اسماعیل صاحب بھڈکودروی دامت برکاتہم نے اپنے خط میں فرمائی ہے اُس رفع کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ جو فتاوی اصول اور تعامل امت کے مطابق دیئے گئے ہیں اس کو یعنی المعتبر مکان الاضحیه کے ضابطہ علی الاطلاق کو تسلیم کیا جائے اور جو فتاوی یا تحریر اس کے خلاف واقع ہو رہے ہیں اُن سب سے رجوع کیا جائے تاکہ عام مسلمانوں کی تشویش باقی نہ رہے۔

{جدید موقف کا مفسدۂ عظیم}

وقتِ خاص ''سببِ وجوب اداء'' ہے اور اداء کا جو محل ہوگا وقت کا اعتبار اسکے حق میں کیا جائے گا جو مسئلہ زیر بحث میں اضحیہ ہے اس ضابطہ کے رُو سے عمل میں امت کیلئے یسر و سہولت ہے۔ اسکے برخلاف ''سبب وجوب'' کے لفظ سے وقت کو ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کا مؤثر سبب ماننے کے نتیجہ میں متعدد علمی خطائیں واقع ہوئی ہیں نیز اس جدید موقف کے عملی پہلو میں امت کس قدر حرج و تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہوجائے گی اسے بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔ کیونکہ ایک طرف یہ مسئلہ فقط مغربی ممالک کی قربانیاں مشرقی ملکوں میں انجام دینے کا نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام شہروں اور دیہاتوں میں ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ کرنے سے متعلق ہے۔ اور دوسری طرف شمسی اوقات کے اعتبار سے ملک کے صوبوں اور صوبہ کے ضلعوں میں صبح صادق اور غروب آفتاب وغیرہ کے اوقات میں تفاوت (تقدم و تأخر) ہونا بالکل قطعی اور مسلّم ہے اور شریعت نے عبادت کی انجام دہی میں ہر علاقہ کی قمری تاریخ کے ساتھ شمسی اوقات کا بھی پابند کیا ہے مثلاً امسال ١٤٢٦ھ کی دسویں ذی الحجہ (یوم النحر) ١١/ جنوری ٢٠٠٦ء کو پڑ رہی ہے اس دن کے صبح صادق کے اوقات میں علاقوں کا فرق بطور نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

نوٹ: یہ مضمون اسی سال عیدالاضحٰی سے قبل لکھا گیا ہے۔

☆علاقائی حرج☆ صوبۂ گجرات

علاقہ	۱۱/جنوری	صبح صادق	علاقہ	۱۱/جنوری	صبح صادق
واپی دمن	"	۵۷-۵	سورت	"	۰۰-۶
احمد آباد	"	۰۳-۶	پٹن	"	۰۶-۶ بھوج
	"	۱۵-۶	اوکھا	"	۱۶-۶

اسی طرح دیگر صوبوں کے مختلف حصوں کے اوقاتِ صبح صادق معلوم کئے جائیں تو تفاوت یقینا ہوگا اور شریعت نے قربانی صحیح ہونے کیلئے دسویں کی صبح صادق سے لیکر ۱۲ ویں کے غروب آفتاب تک وقت کی تحدید کی ہے نہ صبح صادق سے قبل جائز اور نہ غروب آفتاب کے بعد جائز۔ **لاتجوز التضحية فى الليلة العاشرة من ذى الحجة لانها تضحية قبل الوقت (قاضيخان على هامش العالمگيرى : ۳/۳۴۵)ولم يقل احد بصحة اداء الموقتات بعد مضى وقتها۔ الخ(فتح القدير)**

اور ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ شرعاً وفقہاً دونوں اعتبار سے درست ہے پس اگر پٹن یا بھوج کے کسی غنی نے واپی یا سورت کے کسی دیہات مثلاً اٹالوہ یا تراج میں کہ یہاں شرعاً نماز عید نہیں ہے قربانی کرائی اور وکیل نے صبح صادق کے فوراً بعد ذبح کیا تو ائمۂ فقہ کی تصریحات کے مطابق یہ قربانی شرعاً صحیح کہلائے گی اور جدید فتاوی کے اعتبار سے قربانی نہیں ہوئی کیونکہ مؤکل یعنی من علیہ الاضحیہ جو کہ پٹن وبھوج میں مقیم ہے اس پر اس

تاریخ میں ۰٦ - ٦ اور ۱۵ - ٦ سے پہلے وجوب ہی نہیں ہوا لہٰذا ذبح قبل الوقت ہونے کی وجہ سے قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

☆صوبائی حرج☆ ہندوستان

علاقہ	١١/جنوری	صبح صادق	علاقہ	١١/جنوری	صبح صادق
دہلی	"	۵ -۵۲	کلکتہ	"	۵۹- ۴
بمبئی	"	۵ -۵٦	ڈبروگڑھ	"	۳۹- ۴
سری نگر	"	٦ -۰۸	پٹنہ	"	۱٦ - ۵
بیکانیر	"	٦ - ۱۱	مدراس	"	۱۹ - ۵
لدھیانہ	"	٦ -۰۰	کٹک	"	۰۵- ۵
احمد آباد	"	٦ -۰۳	لکھنؤ	"	۳۵- ۵

(یہ سب ٹائم ٹیبل ''اوقات الصلاۃ'' برائے ہندوستان مرتبہ محمد انس سے ماخوذ ہے ایک دو منٹ کا فرق ممکن ہے)

پس دہلی والوں کی قربانی مثلاً اطراف کلکتہ کے کسی دیہات میں یا بمبئی والوں کی قربانی مدراس کے دیہات میں بلکہ اہل گجرات کی قربانی بہار، بنگال اور آسام کے دیہاتوں میں طلوع صبح صادق کے فوراً بعد فقہاء کے بیان کے مطابق بالکل درست ہے اور نئے فتاویٰ کے رُو سے قطعاً جائز نہیں ہے۔

یہ منقسم ہندوستان کا حال ہے پاکستان و بنگلہ دیش ہی نہیں بلکہ ہر ملک کے

اندرونی علاقوں میں قرب وبعد مسافت کی وجہ سے شمسی اوقات میں فرق یقینی ہے۔

☆ملکی حرج☆

اب ملکوں کا بھی اندازہ لگا لیجئے۔

مغربی ممالک افریقہ، امریکہ، برطانیہ، وغیرہ اور ممالک عربیہ کے مالداروں کی قربانیوں کا سلسلہ ہندوپاک اور بنگال وغیرہ ایشیائی وغیرایشیائی ملکوں میں مفتیٔ اعظم گجرات حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے فتوی کے بعد سے نہیں بلکہ ایک زمانۂ قدیم سے جاری اور لوگوں میں رائج ہے پس اہل مغرب کی طرف سے مشرقی ملک کے کسی دیہات میں بلکہ شہر میں رہنے والا غریب یا مالدار، شناسا یا غیر شناسا، براہ راست یا بالواسطہ جو قربانی کا وکیل ہوتا ہے اوّلاً تو اسے یہی نہیں معلوم کہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ کون اور کہاں رہتا ہے؟ اگر اجمالاً معلوم ہو تو اسے یہ علم نہیں ہوتا ہے کہ من علیہ الاضحیہ سے میں (وکیل ذابح) جہاں رہتا ہوں دونوں مقامات میں دن یا گھنٹوں کا کتنا فرق ہے اور اگر ملکی پیمانہ پر فرق (یعنی معیاری وقت) معلوم بھی ہو تب بھی مقامی وقت (شمسی رفتار) کے لحاظ سے من علیہ الاضحیہ کے یہاں صبح صادق وغیرہ اوقات کا واقعی علم نہیں ہوتا ایسی صورت میں وکیلِ ذابح کیلئے وقت کا صحیح اندازہ لگانا اور پھر اس کی رعایت کرنا کہ من علیہ الاضحیہ کے یہاں صبح صادق ہو چکی ہے یا نہیں یقیناً دشوار اور مشکل ہے۔

وکیل اگر شہر میں ہے تو وہ اتنا جانتا ہے کہ نماز عید کے بعد قربانی درست ہے اس سے قبل نہیں اور اگر دیہات میں ہے تو صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ عامۃ

المسلمین جتنا جان رہے ہیں بس یہی شرعاً ثابت ہے۔

اور اگر من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت کی رعایت کرنا ضروری ہو جیسا کہ جدید موقف کا تقاضہ ہے تو اتنا ہی نہیں کہ شہری کی قربانی دیہات میں صبح صادق کے بعد بلکہ ایک شہری کی قربانی دوسرے شہر میں نماز عید کے بعد بھی جائز نہ ہو مثلاً ایک مکی شخص نے اپنی قربانی سورت میں کرائی اور وکیل شہر میں نماز عید کے فوراً بعد ذبح کرتا ہے تو رؤیت ھلال کی بنیاد پر عرب اور ہند کی قمری تاریخ ایک ہو جانے کے باوجود قربانی صحیح نہیں ہو سکتی اسلئے کہ شمسی وقت کے لحاظ سے مکی شخص (من علیہ الاضحیہ یعنی مؤکل) کے یہاں ابھی صبح صادق نہیں ہوئی ہے اور یہاں سورت میں لوگ نماز عید سے فارغ ہو کر جانور ذبح کر رہے ہیں

غرضیکہ دنیا کے مختلف خطوں میں اور ملک کے مختلف حصوں میں لوگ وکالت ونیابت میں دوسروں کی قربانی کرتے ہیں ان کے لئے من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے صبح صادق کا لحاظ رکھنے میں کھلم کھلا حرج ہے اور "الحرج مدفوع" فقہ کا مشہور ضابطہ ہے جو متعدد آیات واحادیث کا حاصل ہے اور شریعت کے بہت سے احکام میں یہ ضابطہ کارفرما ہے پس جدید موقف مستلزم مفسدہ ہونے کی وجہ سے خود فاسد ہے۔

{اعتبار مکان اضحیہ کا ایک روشن اور معتبر واقعہ}

شروع میں کہا گیا ہے کہ امت کا تعامل اصول کی روشنی میں چلا آ رہا ہے اس کا ایک بہترین نمونہ بالکل ماضی قریب کا ایک ایسی شخصیت کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے جس کے سامنے اہل بصیرت کے قلوب بھی جھکے ہوئے ہیں اور جس کے گرد علماء ومشائخ کا مجمع

رہا کرتا تھا۔اس واقعہ میں المعتبر مکان الاضحیہ کا مستحکم عملی ثبوت جدید موقف کے قائلین کے لئے کحل البصر ہے۔

ملاحظہ ہو اس واقعہ میں قربانی کرانے والے (مؤکل) حضرت مولانا یوسف صاحب متالا مقیم لندن ہیں۔ جہاں ہندوستان کے اعتبار سے سعودی وغیرہ کے اتباع میں تاریخ عموماً ایک دن مقدم ہوتی ہے اور معیاری وقت کے لحاظ سے تقریباً نصف یوم آگے ہوتے ہی ہیں۔خواہ تاریخ ایک ہو جائے۔اور وکیل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ مقیم سہارن پور ہند ہیں۔اور جانور بارہوی ذی الحجہ کے غروب سے قبل یعنی وقت ادا میں سہارن پور میں ذبح کیا جارہا ہے جبکہ مؤکل کے اعتبار سے تاریخ یعنی ۱۲/ذی الحج گذر گئی ہے پھر بھی اہل علم کی موجودگی میں حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی سابق مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حال شیخ الحدیث ومفتیٔ جامعہ حسینیہ راندیر کے دست مبارک سے ذبح ہونے والی قربانی مکانِ اضحیہ کے اعتبار سے وقت کے اندر ہے اور حضرت شیخ الحدیثؒ لکھوارہے ہیں کہ ''قربانی ادا ہوگئی''۔

مکتوب از شیخ الحدیثؒ بنام مولانا یوسف متالا (مدظلہ العالی)

تاریخ روانگی : ۱۳رذی الحجہ ۹۱ھ ۲۹ر جنوری ۷۲ء

آج ۱۲ر ذی الحجہ کو ظہر کے قریب ڈاک کا انبار پہنچا............ ڈاک کے پلندہ میں میرے موجودہ کاتب مولوی حبیب اللہ نے پہلے ہی آپ کا نام لے لیا۔فوراً خط سنا۔ معلوم ہوا کہ ۱۹ر جنوری کا چلا ہوا آج ۲۹ر کو یعنی ۱۲ر ذی الحجہ کی ظہر کے قریب پہنچا

۔اُس وقت میں تو گھبرا گیا اور مولوی نصیر الدین صاحب نے نہایت اطمینان سے جواب دیدیا کہ اب تو وقت نہیں رہا تاہم انہوں نے میری پریشانی دیکھ کر متعدد دوستوں کو جانوروں کی تلاش میں بھیجوایا۔میری تو ظہر کے بعد کی نیند اُڑ گئی۔

دو گھنٹے کے بعد معلوم ہوا کہ دیہات کے لوگ جو اپنے جانور اِدھر اُدھر سے لاتے ہیں وہ ۱۲/ ذی الحجہ کے دس گیارہ بجے سے واپس ہونا شروع ہوجاتے ہیں اس لئے کہ دیہات والوں کے لئے شہروں میں جانوروں کا رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے اور یہاں کے گھاس وغیرہ کا خرچ بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔

میں نے دوبارہ زور باندھے کہ شیخ انعام اللہ صاحب کو اللہ تعالی جزائے خیر دے وہ عصر کے بعد ایک بھینس خرید کر لائے جو گراں بھی تھی اور لوگوں کی نگاہوں میں زیادہ پسند بھی نہ تھی مگر چونکہ وقت آخری تھا اس لئے اس کو ذبح فوراً کرایا۔

اللہ کے بندے قربانی کا معاملہ تو ایسا لا ابالی کا نہیں تھا۔جن دوستوں نے میرا یا اپنا حصہ میرے یہاں کرانا چاہا شروع ذی قعدہ سے ان کے خطوط آنا شروع ہو گئے تھے۔ بعض دوستوں کے اصرار پر بہت عمدہ بکرے بھی میں نے ذی قعدہ میں خرید کر ان ہی کے پاس چھوڑ دیئے تھے۔ تقسیم سے پہلے تو میرا یہ معمول تھا کہ شعبان یا رمضان میں بقرات خرید کر سرساوہ، شیخ پورہ، وغیرہ کے احباب ہی کے ذریعہ سے خریدتا تھا اور ان ہی کے یہاں چھوڑ دیتا تھا کہ ۹/ذی الحجہ کو پہنچا دیں۔مگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے (اب اس کا معمول) نہیں رہا پھر بھی اخیر ذی قعدہ ورنہ زائد سے زائد شروع ذی الحجہ میں خرید والیتا ہوں کہ اطمینان سے اچھا جانور اچھے نرخ میں مل جاتا ہے۔ تمہارا یہ جانور گراں تو بہت

ملا۔ مگر اللہ کا احسان کہ قربانی وقت پر ہوگئی۔ یہ بھی تمہارے اخلاص کی برکت ہے۔ اگر مولوی حبیب اللہ تمہارا نام نہ لیتے تو یہ خط سننے کی نوبت بھی نہ آتی اور بقیہ ڈاک کے ساتھ کل ۱۳؍ ذی الحجہ کو سنتا۔ صرف تمہارے رفع انتظار کے لئے لکھواتا ہوں کہ قربانی ادا ہوگئی۔ اللہ کا شکر ہے۔

مفتی اسماعیل کچھولوی رمضان کی قضا میں شروع ذی الحجہ سے پہلے سے آئے ہوئے ہیں۔ ان ہی کے متبرک ہاتھوں نے آپ کی قربانی کو ذبح کیا۔

فقط والسلام۔

(حضرت شیخ الحدیث) بقلم حبیب اللہ چمپارنی

شب ۱۳؍ ذی الحجہ (محبت نامے/ص ۲۵۷/ ۲)

❁❁❁❁❁❁

حررہٗ

رشید احمد فریدی

مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، ضلع سورت، گجرات، الہند

اواخر شوال المکرم ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

{مولانا ثمیر الدین قاسمی مقیم برطانیہ زید مجدہ کی معروضات}

مولانا نے فقہی واصطلاحی الفاظ سے اعراض کرتے ہوئے اپنے مخصوص طرز استدلال سے جیسا کہ انکی شروح میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ چند فقرے لکھ کر برطانیہ سے ارسال فرمائے ہیں وہ پیشِ خدمت ہے۔

1۔ قربانی واجب ہونے کے لئے اصل بنیاد آدمی کا مالدار ہونا ہے، یہی وجہ ہے کہ قربانی کا وقت آجائے اور آدمی کے پاس نصاب کا مال نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی، اس حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ **عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من کان لہ سعۃ و لم یضح فلا یقربن مصلانا۔** (ابن ماجہ شریف، باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا؟ ص ۴۵۵ نمبر ۳۱۲۳، دار قطنی، کتاب الاشربۃ ج رابع ص ۱۸۵ نمبر ۴۶۹۸) اس حدیث میں ہے کہ قربانی کی گنجائش رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ میری عیدگاہ تک نہ آئے ،جسکا مطلب یہ ہے کہ مالدار پر قربانی واجب ہے، اور مالدار ہونا ہی قربانی واجب ہونے کا اصل سبب یعنی علت ہے۔

2۔ اس بات پر اجماع ہے کہ ہندوستان، پاکستان کے لوگ قدیم زمانے سے سعودی عرب قربانی کے لئے جانور قربانی کرنے کے لئے وکیل بناتے رہتے ہیں، اور سعودی عرب میں ہندوستان سے دو روز قبل بقرعید شروع ہو جاتی ہے، اور قربانی کرنیوالے پہلے ہی روز قربانی کر دیا کرتے ہیں، اس کا اعتبار نہیں کرتے کہ ہندوستان میں دسویں

تاریخ آئے تب ذبح کریں، اور نہ اب تک کسی نے یہ شرط لگائی ہے کہ ہندوستان میں دسویں ذی الحجہ ہو تب ذبح کریں، جس سے معلوم ہوا کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جانور ذبح کرنے والے وکیل پر اور جانور پر دسویں ذی الحجہ آجائے تو قربانی کی جا سکتی ہے، چاہے قربانی کروانے والے موکل پر ابھی آٹھویں ذی الحجہ ہی ہو۔

3۔ سعودی والوں کی قربانی ہندوستان میں ہو رہی ہو، اس صورت میں ہندوستان میں دو روز بعد قربانی کا وقت آئے گا، اور سعودی میں دو روز قبل قربانی کا وقت ہو چکا ہے، تاہم یہ کسی نے جائز قرار نہیں دیا کہ ہندوستان میں دو روز قبل قربانی کرلے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذبح کرنے والے وکیل اور جانور پر وقت آنے کا اعتبار ہے قربانی کروانے والے پر وقت آنے کا اعتبار نہیں ہے۔

4۔ قربانی کا مقصد غریبوں کو گوشت کھلانا ہے، اور غرباء اپنے ملک میں دسویں ذی الحجہ کو گوشت کا مطالبہ کریں گے، نہ کہ ہندوستان میں دو روز بعد ہونے والے ذی الحجہ کو گوشت مانگیں گے۔ آیت میں ہے ۔**اذا وجبت جنوبها فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر** (آیت ۳۶ سورۃ الحج ۲۲) اور دوسری آیت میں ہے ۔**ويذكروا اسم الله فى ايام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير** (آیت ۲۸ سورۃ الحج ۲۲) ان دونوں آیتوں میں ہے کہ غریب اور مسکین کو گوشت کھلاؤ۔ اس لئے جس ملک میں جس روز دسویں ذی الحجہ ہو رہا ہو اسی روز قربانی کرنا ضروری ہوگا، ورنہ غریبوں کو وقت پر گوشت نہیں ملے گا، جو قربانی کا اصل مقصد ہے۔

5۔ حدیث میں ہے کہ قربانی کا وقت تین دن ہے، لیکن قربانی کروانے والے مؤکل کے دسویں ذی الحجہ کا اعتبار کریں تو صرف ایک روز قربانی کا وقت رہ جاتا ہے۔ ان **عبد اللہ بن عمر کان یقول الاضحی یومان بعد یوم الاضحی** (سنن للبیہقی، باب من قال الاضحیٰ یوم النحر ویومین بعدہ، ج تاسع، ص ۵۵۰، نمبر ۱۹۲۵۴ رموطا امام مالک، باب ذکر ایام الاضحیٰ، ص ۴۹۷) اس قول صحابی میں ہے کہ قربانی کے دن تین ہیں۔

اب اگر ہندوستان والے سعودی میں قربانی کروائے تو سعودی میں بارہویں کو ہندوستان میں دسویں ذی الحجہ ہوگا، اس لئے صرف ایک دن قربانی کا ملے گا، جو حرج عظیم کا باعث بنے گا۔

6۔ قربانی کروانے والا شہر میں ہے، اور ابھی عید کی نماز نہیں پڑھی ہے، اور اس کا جانور ذبح کرنے والا دیہات میں ہے تو شہر کی نماز عید سے پہلے ہی ذبح کرنے والا ذبح کر سکتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جانور اور وکیل پر ذبح کرنے کے وقت ہو جانے کا اعتبار ہے، چاہے ابھی قربانی کروانے والے پر ذبح کا وقت نہ آیا ہو۔ اس کے لئے قول تابعی میں۔ **وقد رخص قوم من اھل العلم لاھل القری فی الذبح اذا طلع الفجر وھو قول ابن مبارک** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الذبح بعد الصلوۃ، ص ۲۷۷، نمبر ۱۵۰۸) اس قول تابعی میں ہے کہ دیہات کے لوگ صبح صادق کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں

7۔ قربانی کرنے والا وکیل اور قربانی کروانے والا مؤکل ایک ہی شہر میں ہیں، اس شہر میں کئی جگہ عید کی نما ہوتی ہے، وکیل نے عید کی نماز پڑھ لی تو اب اس کے لئے اس

جانور کا ذبح کرنا حلال ہو گیا، جبکہ موکل نے ابھی عید کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اس کے لئے جانور ذبح کرنا حلال نہیں ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ وکیل پر ذبح کا وقت گزرنے کا اعتبار ہے، اس حدیث میں یہ جزئیہ موجود ہے۔ **عن انس عن النبی ﷺ قال من ذبح قبل الصلوۃ فلیعد** ۔ (بخاری شریف، باب من ذبح قبل الصلوۃ اعاد، ص ۹۸۹، نمبر ۵۵۶۱ / مسلم شریف، باب وقتھا، ص ۸۷۴، نمبر ۱۹۶۰ / ۵۰۶۷) اس حدیث میں ہے کہ جس نے ابھی تک عید کی نماز نہیں پڑھی وہ قربانی نہ کرے، اور جو پڑھ چکا ہے وہ ذبح کرے۔

8۔ قربانی کروانے والے مؤکل پر دسویں ذی الحجہ کی صبح ہو جانے کا التزام کریں تو وکیل قربانی کرنے والے پر بہت حرج ہوگا کہ دودنوں تک سب کا طعنہ وتشنیع سنے گا، اور صرف ایک ہی دن قربانی کرنے پر مجبور ہوگا، حالانکہ اتنا حرج برداشت کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے، اس آیت میں۔ **ھو اجتباکم و ما جعل علیکم فی الدین من حرج** ۔ (آیت ۷۸، سورت الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ دین کے بارے میں حرج نہیں ہے۔

9۔ وکیل زیادہ پرواہ بھی نہیں کرتا اس لئے وہ اپنے ملک کے اعتبار سے پہلے ہی دن قربانی کر دیتا ہے، اس صورت میں قربانی نہ ادا ہونے کی صورت میں قربانی کروانے والے مؤکل کو دوبارہ جانور ذبح کروانا ہوگا، جس میں اس کو پریشانی کا سامنا ہوگا، اور ایسا بھی ہوگا کہ اس سال نہیں کروا پایا تو اگلے سال دوبارہ جانور ذبح کروانا ہوگا، جو حرج عظیم کا باعث ہے، اس لئے اگر یہ مسلک اختیار کر لیا جائے کہ وکیل پر اور جانور پر دسویں ذی

الحجہ آجائے تو اس کے لئے قربانی جائز ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، اور غرباء کو بھی سہولت ہوگی۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وکیل کے قربانی کرتے وقت قربانی کروانے والا مالدار ہو، اور قربانی کرنے سے منع نہ کیا ہو، تا کہ مؤکل پر سبب وجوب بھی ہو، اور قربانی کرنے والا ابھی تک ذبح کرنے کا وکیل بھی رہے۔

نوٹ : اس مسئلے میں دونوں طرف محققین علماء ہیں اس لئے کسی کی تردید مجھ ناچیز کے لئے نا ممکن ہے، البتہ دلائل کی روشنی میں ناچیز کے سمجھ میں یہی آرہا ہے جسکا میں نے ذکر کیا۔

والعلم عند اللہ والسلام

احقر ثمیر الدین قاسمی، مانچیسٹر ۶/۶/۲۰۱۲ء

انتباہ عام

''قربانی کے نفسِ وجوب کا سبب وقت ہے''
یہ اصولی خطا ہے

وقت سے نفسِ وجوب کے قائلین کا اول و آخر بنیادی استدلال
بس یہی ہے کہ وقت ''سببِ وجوب'' ہے اور اس لفظ سے
نفسِ وجوب مراد لینا قطعاً اصول کے خلاف ہے
لہذا یہ جملہ
''قربانی کے نفسِ وجوب کا سبب وقت ہے''
ایک علمی واصولی مغالطہ ہے
پس
اس سے استدلال
فاسد ہے

سبب وجوب سے جس وجوب کا تحقق ہوتا ہے جمہور فقہاء اس میں انتقال کے قائل ہیں
یعنی الوجوب المحصل بالاداء اور نفس وجوب میں انتقال نہیں ہے۔
اِنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْئُ الَّذِیْ یَتَّصِلُ بِهٖ الْاَدَائُ فَاِنْ لَمْ یُؤَدِّ اِلٰی اٰخِرِ الْوَقْتِ
تَعَیَّنَ الْجُزْئُ الْاٰخِیْرُ لِلسَّبَبِیَّۃِ۔ (شامی)

دفع الشبہات ورفع الاشکالات

رشید احمد فریدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆جدید اختلاف کی نوعیت☆

قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل، حقائق اور مسلّمات کو واضح طریقہ پر سابق مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ مسئلہ مبحوث عنہا میں امام محمدؒ کی کتابوں سے لے کر احناف کی جمیع کتابوں کو دیکھ لیجیے اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود کتب فقہ واصول کے متعلقہ مقامات اور فقہ کے باب الاضحیہ کا مطالعہ کے بعد راقم السطور عرض کرتا ہے کہ ملک نصاب کی وجہ سے ذمہ کے مشغول بالواجب ہوجانے میں آج تک چودہ سو سال میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہوا اور اس کے بعد **المعتبر مکان الاضحیہ** کے بارے میں کہیں کسی فقیہ کا اختلاف مذکور نہیں پایا۔ (اور حسن بن زیاد کا اختلاف فقط ادا سے متعلق ہے اور وہ بھی اعتبار مکان اضحیہ کی بعض خاص صورت میں ہے اور وہ بھی صرف اولویت کے درجہ کا ہے اس اختلافِ خفیف پر فقہاء نے کبھی فتویٰ نہیں دیا اور نہ اس کو ترجیح دی ہے۔) یہی وجہ ہے کہ عام کتب فقہ میں یہ مسئلہ بغیر اختلاف کے منقول ہے۔

اس لئے شعبان ۱۴۲۰ھ میں قربانی کے وجوب کے بارے میں جمہور کے خلاف دارالعلوم کراچی کا فتویٰ جو البلاغ میں شائع ہوا تھا اس کی حیثیت نہ استدراک ہے، نہ ابہام کی تفسیر ہے اور نہ ہی معنیٔ مشترک میں سے ایک کی تعیین ہے یہ اختلاف محض غلط فہمی سے پیدا ہوا ہے کہ نفس وجوب کا اصل مدار جو شریعت نے مالی عبادت میں (غنا) ملک

نصاب کو قرار دیا تھا اسے وقتِ خاص کے ساتھ مختص کر دیا گیا اور وقت کے لئے ''سبب وجوب'' کا لفظ فقہ میں وارد ہوا ہے اسے دلیل بنالیا گیا۔ بس یہیں خطا واقع ہوئی ہے اور یہ اصولی لغزش تھی جس سے بہت سے علماء متاثر ہو گئے۔ **اقال اللہ عثراتھم و عفا اللہ عنا و عنھم**۔

خیر اب یہ تحریر اہل علم کی خدمت میں حاضر ہے جس میں جدید موقف کی بنیادی غلطیوں کے علاوہ مولانا مفتی سلمان پالنپوری زید مجدہٗ کے نقدوں کے جوابات بھی آ گئے ہیں نیز دیگر فتاوی کے بھی بعض استدلال کا جواب شامل ہے۔ ان شاء اللہ یہ تحریر اظہارِ حق اور ارتفاع شک کے لئے کافی اور وافی بلکہ شافی ثابت ہوگی۔

اس موقع پر یہ بھی واضح کر دوں کہ موجودہ اختلاف جس کے نتائج مزاج شریعت کے خلاف برآمد ہو رہے ہیں اس کو **اختلاف امتی رحمة** کے زمرہ میں نہیں شمار کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ قربانی کے سلسلہ میں امت کے لئے یسر و سہولت موجودہ اختلاف میں ہے ہی نہیں بلکہ اُس اتفاق میں ہے جس پر چودہ سو سال سے جمیع امت تسلسل کے ساتھ عمل کرتی چلی آ رہی ہے اور **ان امتی لا تجتمع علی ضلالة** یا **ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالة** وغیرہ مشہور احادیث تعامل کے حق ہونے کی حجت ہیں۔ موجودہ اختلاف سے امت عملی طور پر کس قدر حرج اور تنگی میں مبتلا ہوگی اسکا کچھ اندازہ راقم کے مقالہ ''**تعقب الفرید علی تخصیص الوجوب بصبح العید**'' میں سے ''جدید موقف کا مفسدۂ عظیم'' والے مضمون سے لگایا جا سکتا ہے جسے گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا۔

☆وکیل کا ذبح اپنے وقت میں شرعاً صحیح ہے☆

بعض اہلِ علم کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ من علیہ الاضحیہ جب اصیل ہے اور اس کی طرف سے دوسری جگہ ذبح کرنے والا شخص وکیل ہے اور مؤکل پر (بقول انکے) صبح یوم النحر سے پہلے وجوب نہیں ہے تو وکیل کے ذریعہ واجب قربانی کیسے صحیح ہوگی جیسے وکیل اگر مؤکل کی جگہ ہوتا اور وقت سے قبل ذبح کرتا تو قربانی نہ ہوتی۔

[الف] بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ اشکال بظاہر صحیح ہے مگر دو وجہ سے غلط ہے۔اول تو یہی کہ من علیہ الاضحیہ کو باوجود شرعاً غنی ہونے کے سمجھا رہا ہے کہ اس پر قربانی کا نفس وجوب نہیں ہے۔حالانکہ غنائے شرعی کی وجہ سے اس کا ذمہ مشغول بالواجب ہو چکا ہے تب ہی تو اُس کی طرف وقتِ وجوب کے جزءِ اوّل سے ہی خطاب متوجہ ہوسکتا ہے اور خطاب بغیر نفس وجوب کے نہیں ہوتا اور جب نفس وجوب ہوگیا تو اب وقت اور دیگر شرائط صحۃ کا اعتبار ذبح کے حق میں کیا جائے گا۔ذابح خود اصیل ہو یا وکیل،قرب و بعد مکانی سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ شہر میں یوم النحر کو ذبح کے لئے نماز عید کا ادا ہو جانا ہے۔

دوسری غلطی وکیل کے فعل کے اعتبار میں ہو رہی ہے کہ وکیل کو موکل (من علیہ الاضحیہ) کی جگہ فرض کر کے مؤکل کے وقت کے اعتبار سے عدم صحۃ اضحیہ پر استدلال کر رہے ہیں۔حالانکہ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ وکیل و نائب نے اپنے مقام پر اپنے وقت میں مؤکل کی جانب سے جو فعل انجام دیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو شریعت کی روشنی

☆[ب] اگر موکل کے یہاں وقت نہ ہو اور مکان اضحیہ میں وقت ہو☆

اور جس طرح ابتدا میں وقت کا اعتبار (اصولاً) مکان اضحیہ کے حق میں ہے اسی طرح انتہاء میں بھی وقت کا اعتبار فاعل (ذابح) کے حق میں کیا جاتا ہے کیونکہ **المعتبر مکان الاضحیہ** مطلق ہے اسکی واضح دلیل علاوہ اصول کے امت کا تعامل ہے اور تعامل قوی دلیل ہے جس کا ایک نمونہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب کے یہاں وکالۃً قربانی کا ایک واقعہ گزشتہ صفحات میں مذکور ہوا۔

البتہ اگر من علیہ الاضحیہ نے نہ قربانی کی اور نہ کسی کو وکیل بنایا یہاں تک کہ بارہویں کا غروب ہو گیا تو اب اس کے ذمہ بجائے اراقۃ الدم کے عین شاۃ یا اسکی قیمت کا تصدق واجب ہو گیا اسلئے قربانی کا وکیل نہ بنائے۔ لیکن اگر اس نے کسی شخص کو ذبح اضحیہ کا وکیل بنایا اور مکان اضحیہ میں وقت موجود ہے تو جواب دیا جائیگا کہ قربانی ادا ہو جائے گی۔ اسکی وجہ یہ نہیں کہ وقت سے نفس وجوب ہو چکا ہے کیونکہ وقت سے نفس وجوب ماننے کی صورت میں وقت کے ختم ہو جانے سے نفس وجوب بھی لامحالہ ختم ہو جائیگا پھر نہ تو اداء ہے اور نہ قضاء (جیسے اسلام جو کہ شرط نفس وجوب ہے اگر فوت ہو جائے تو نفس وجوب ہی ختم ہو جاتا ہے) بلکہ وجہ یہ ہے کہ قربانی جمعہ کے مشابہ ہے اور ادائے جمعہ کے لئے وقت کے ساتھ جماعت بھی شرط ہے پس اگر جماعت فوت ہو جانے سے جمعہ فوت ہو گئی تو اسکے ذمہ ظہر لازم ہو گئی اسلئے اب ضروری نہیں کہ دوسری جگہ پہنچ کر جمعہ ادا کرے لیکن اگر وہ پہنچ گیا اور جمعہ میں شریک ہو گیا تو فقہاء فرمائیں گے کہ جمعہ ادا ہو گئی یعنی اسکا ذمہ سبکدوش

ہوجائے گا اسی طرح قربانی بھی ادا ہوجائیگی اور موکل فارغ الذمہ ہوجائے گا۔

☆نفس وجوب کے بغیر اداء کا اعتبار نہیں☆

حیلۃ المصری اذا اراد التعجیل الخ کے ساتھ **المعتبر مکان الاضحیہ** والی دلیل جیسا کہ کتب فقہ میں ہے اور مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے اپنے فتوی میں ذکر کیا ہے اس کے متعلق بعض اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ یہ عبارتیں اداء سے متعلق ہیں نفس وجوب سے یہاں کلام نہیں ہے اور اداء میں یقینا مکان اضحیہ کا اعتبار ہے مگر جب تک نفس وجوب نہ ہو اداء کا اعتبار ہی نہیں۔

اتنی بات بالکل معقول اور فقہ کے مطابق ہے لیکن پھر آگے یوں کہتے ہیں کہ ’’اور نفس وجوب صبح صادق سے ہوگا‘‘ یہ فقہ اور اصول کے بالکل خلاف ہے۔

کتب فقہ عربیہ میں ہر مصنف قربانی کے نفس وجوب کو باب الاضحیہ کے ابتداء ہی میں بیان کر دیتے ہیں (جیسے اور عبادتوں کے وجوب کو بھی) جب یہ کہتے ہیں کہ اضحیہ مسلمان آزاد عاقل بالغ مالدار یعنی مالک نصاب پر واجب ہے اور جب یوں کہتے ہیں کہ .... مالدار پر ایام نحر میں واجب ہوتی ہے تو وجوب اداء کو بتاتے ہیں جو کہ مقصود ہے اس لئے کہ ادا اس کے بعد ہی تحقق ہوتی ہے۔

علمائے ہند کی اردو فقہی تالیفات وفتاوی میں بھی یہ دونوں تعبیر پائی جاتی ہیں۔ کہیں صرف شرائط پر وجوب کا حکم لگاتے ہیں چنانچہ عامۂ ملکِ نصاب پر وجوب کا ذکر کرتے ہیں تو کہیں وقت مخصوص میں وجوب کو بتاتے ہیں۔ اسکی تازہ مثال ملاحظہ ہو۔

محمود الفتاوی تین جلدوں میں استاذی المکرم حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے فتاوی کا مجموعہ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ سے قبل زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر جلوہ گر ہوا۔ اس کی تیسری جلد صفحہ ۹۳ پر کتاب الاضحیہ میں دو عنوان ایک قسم کے "قربانی کس پر واجب ہے" اس کے جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) الجواب حامداومصلیاومسلّما

وہ مسلمان مقیم جو دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) یا اس کے برابر قیمت کے ایسے سامان کا مالک ہو جو اس کی حاجات اصلیہ (رہائش کا مکان، پہننے کے کپڑے اور ضروری سامان وغیرہ) سے زائد ہو وہ اس حالت میں ایام قربانی کو پالے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔ (درمختار، شامی ۵/۲۱۹)

(۲) الجواب حامداومصلیاومسلّما

اگر زید کے پاس اس کی ضروریات زندگی اور قرض کی ادائیگی کے علاوہ اتنا سامان موجود ہے جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوتی ہے یا اتنی رقم نقد موجود ہے یا اتنی چاندی موجود ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا موجود ہے تو اس پر قربانی واجب ہے ورنہ قربانی تو پھر بھی کرسکتا ہے البتہ نفل ہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

حررہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۱۸رذی القعدہ ۱۴۰۷ھ

اس دوسرے جواب میں وجوب اضحیہ کا حکم صرف غنائے شرعی کے تحقق پر ہے

یہ نفس وجوب ہے جس کے بعد اخذ صدقہ ممنوع ہو جاتا ہے اور پہلے جواب میں وجوب اضحیہ کا حکم غنی پر ایام اضحیہ میں لگایا۔ یہ وجوب اداء ہے یعنی ایقاع فعل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

اور واجب قربانی جب دوسری جگہ کرائی جارہی ہو تو ضروری ہے کہ جس کی طرف سے قربانی ہے اس پر قربانی کا نفس وجوب ہو جو غنی کے اندر ثابت ہے پس من علیہ الاضحیہ (غنی) کی قربانی دوسرے مقام پر بہر حال نفس وجوب کے بعد ہی ہوگی۔ الاان یصیر الغنی فقیراً فی ایام النحر قبل الذبح فتکون الاضحیۃ نافلۃ۔

☆واجب قربانی وقت کے اندر سبب وجوب کے بعد ہی ہوتی ہے☆

بعض اہل علم کی طرف سے یہ اشکال ہے کہ من علیہ الاضحیہ کی قربانی دوسرے مقام پر جہاں یوم النحر آچکا ہو اور من علیہ الاضحیہ کے یہاں وقت شروع نہ ہوا ہو قبل سبب الوجوب ہے اور المعتبر مکان الاضحیۃ کا تعلق بعد الوجوب سے ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبارت کا تعلق جب بعد الوجوب یعنی بعد نفس الوجوب سے ہے تو نفس وجوب یعنی وجوب فی الذمہ غنا ویسار سے متحقق ہو جاتا ہے (دیکھئے مقالہ نور السنی لمن یجب علیہ الاضحیۃ بالغنی) اب اس کے بعد قربانی کا دوسرے مقام پر قبل سبب الوجوب ہونا تسلیم نہیں ہے۔

اور جب سبب وجوب سے مراد فقہاء کے نزدیک وجوبِ ادا کا سبب ہے تب تو خلجان ہونا ہی نہیں چاہیئے کیونکہ جس عبادتِ موقتہ میں وقت کو سبب وجوب قرار دیا گیا ہے فقہاء وہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ سببیّت میں انتقال ہوتا ہے یعنی حقیقت میں وقت کا جزء مقدم

متصل بالاداء سبب وجوب قرار پاتا ہے۔ پس غنائے شرعی کے بعد (جو کہ علّت ہے ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے یعنی نفس وجوب کی تو) ایام نحر میں جب بھی قربانی کی جائے گی ذبح سے متصل وقت سبب وجوب قرار پائے گا۔ پس ہر واجب قربانی وقت کے اندر سبب الوجوب کے بعد ہی ہوگی قبل سبب الوجوب ہرگز نہیں۔

رہا مولانا سلمان صاحب کا یہ نقد کہ وجوب اداء خطاب سے ہے اور خطاب یعنی ایقاع فعل کا مطالبہ اسی سے ہوگا جس پر نفس وجوب ہے اور وہ من علیہ الاضحیہ ہے لہذا وقت کا آنا من علیہ الاضحیہ پر ضروری ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ جب شریعت نے وکیل کے فعل کو مؤکل کا فعل قرار دے کر جائز اور صحیح کہا اور ادائے فعل میں وقت کا اعتبار وکیل کے حق میں کیا تو وقت میں متوجہ ہونے والا خطاب بھی نیابۃً وکیل کی طرف ہوگا جیسے حج عن الغیر میں ایقاع فعل کا مطالبہ نیابۃً مامور یعنی وکیل سے ہوتا ہے۔ ورنہ حج عن الغیر صحیح نہ ہوتا جب تک کہ محجوج عنہ پر وقت نہ آجائے۔ فافہم وتدبر۔

☆صحتِ اضحیہ کا مدار المعتبر مکان الاضحیہ پر ہے☆

المعتبر مکان الضحیۃ والی دلیل عام طور سے فقہاء شہری کی قربانی دیہات میں صبح صادق کے فوراً بعد کی جائے اس موقع پر ذکر کرتے ہیں۔

اس کے متعلق جامعہ ڈابھیل کے فتوی میں **حیلہ المصری اذا اراد التعجیل** کے ساتھ **المعتبر مکان الاضحیہ** کا مفہوم ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا گیا ہے "معلوم ہوا کہ صاحب نصاب شخص پر قربانی کا دن شروع ہو جانے کی وجہ سے قربانی کے واجب

ہونے کا سبب وجود میں آچکا ہے اور اس پر قربانی واجب ہو چکی ہے۔ جب کہ ....لندن کا باشندہ پر عید کا دن شروع نہ ہونے کی وجہ سے قربانی کے واجب ہونے کا سبب پایا نہ جانے کی وجہ سے قربانی واجب ہوئی ہی نہیں۔''

اس سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شہری کی قربانی متصل دیہات میں اس لئے صحیح ہو جاتی ہے کہ شہری پر بھی نفس وجوب طلوع صبح صادق سے ہو چکا کیوں کہ ایسا غالباً نہیں ہوتا کہ شہر میں وقتِ فجر نہ ہوا ہو اور متصل دیہات میں ہو جائے گویا قربانی کے صحیح ہونے کا اصل مدار من علیہ الاضحیہ کے حق میں وقت کا شروع ہو جانا ہے۔ صحت کا مدار صرف المعتبر مکان الاضحیہ پر نہیں ہے۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ شہر اور اس سے متصل دیہات میں وقتِ طلوع یکساں ہوتا ہے تو المعتبر کی دلیل پیش کرنے کی غرض فقہاء کے نزدیک شرطِ صحتِ اضحیہ کو بتلانا ہے (طلوع فجر کی وجہ سے وجوب کے ثبوت وعدم ثبوت سے تعرض نہیں ہے اسلئے کہ غنا کی وجہ سے وجوب فی الذمہ کا ثبوت متفق علیہ اور قطعی ہے) کہ دیہات میں قربانی صحیح ہونے کے لئے وقت کا شروع ہو جانا شرط ہے فقط اور شہر میں یوم النحر کو نفس وقت کا داخل ہو جانا کافی نہیں بلکہ صلاۃ عید کی ادائیگی بھی شرط ہے۔ چونکہ شہری کے اعتبار سے نمازِ عید سے قبل دیہات میں اس کی قربانی کے صحیح ہونے میں تردد اور خلجان تھا اس لئے المعتبر مکان الاضحیہ کی دلیل یہاں پیش کرتے ہیں ورنہ دلیل کا تعلق اپنے معنی کے لحاظ سے شہر کو بھی عام ہے۔ چنانچہ دیہاتی من علیہ الاضحیہ اپنی قربانی اس کے متصل شہر میں بھیجدے تو باوجود یہ کہ صبح صادق دونوں جگہ ہو چکی ہے اور دیہات میں نمازِ

عید شرط بھی نہیں ہے پھر بھی دیہاتی کے اعتبار سے شہر میں نماز سے قبل اس کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ معلوم ہوا صحتِ قربانی کا مدار (وجوب کے بعد) **المعتبر مکان الاضحیہ** پر ہے صرف طلوع فجر صادق پر نہیں ہے کیونکہ مذکورہ صورت میں شہر میں اگر قربانی کی جائے تو شہر میں یوم النحر کو قربانی کے صحیح ہونے کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور اعتبارِ مکان اضحیہ ضروری ہے۔

پس اہل مغرب مثلاً لندن وغیرہ کی قربانی جو غیر منقسم ہندوستان میں کی جاتی ہے اور اسکے بھیجنے والے شرعاً غنی ہوا کرتے ہیں اس کے متعلق یہ کہنا کہ جب تک من علیہ الاضحیہ کے یہاں صبح یوم النحر نہ ہوجائے ان کی واجب قربانی ادا نہ ہوگی یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ کرنے کی صورت میں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے صبح یوم النحر کے ہوجانے کو فقہاء ضرور بیان کرتے اتنی اہم اور بنیادی شرط کو ہرگز ترک نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ طلوع صبح یوم النحر پر وجوب کا مدار نہیں ہے اس لئے نفس وجوب یعنی وجوب فی الذمہ کو صبح صادق ہی سے جوڑنا از روئے فقہ صحیح نہیں ہے۔

☆محل اشتباہ اور لغزش ☆

مالی عبادت میں ملک نصاب کی وجہ سے وجوب فی الذمہ کا ثابت ہوجانا جب فقہ واصول میں قطعی مسلّم ہے اور چودہ صدیوں سے قربانی کا تعامل اسی بنیاد پر قائم ہے جس میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اور مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ اور دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ انہی اصول وتعامل کے مطابق دیا گیا ہے تو پھر موجودہ زمانہ میں اجماع کے خلاف بعض

اہل علم کی طرف سے اصولی اختلاف کیسے ہوا اسکی وجہ (**ماشاء اللہ کان و مالم یشأ لم یکن**) غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ وقت میں ہونے والا وجوب جو شرعاً مقصود ہے اور وہی حقیقت میں فقہی طور پر وجوب اداء ہے اور نفس وجوب ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کو کہتے ہیں اور دونوں کے لئے شرائط کا ہونا ضروری ہے اور وقت میں شرائط وجوب کے تحقق پر (جس میں شرائط اہلیت بھی شامل ہے) نفس وجوب کا ہونا اوقات نماز کے بیان میں مذکور ہوتا ہے اور وقت نماز کو سببِ وجوب کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سببِ وجوب سے نفس وجوب آتا ہے اور قربانی کا وقت بھی سببِ وجوب ہونے میں وقتِ نماز کے مشابہ ہے۔ چنانچہ دارالعلوم کراچی کے فتویٰ میں لکھا گیا کہ ''قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے'' اور سببِ وجوب کی فقہی تعبیر کا اصولی پس منظر مستحضر نہیں رہا اور تشبیہ کے ذریعہ سببِ وجوب سے نفس وجوب کا مفہوم ذہن میں مرتسم ہو گیا اور وجوب فی الذمہ جو غنا سے متعلق تھا اسے ''سبب وجوب'' کے لفظ سے جوڑ دیا گیا پھر سبب یا سببِ وجوب کا لفظ جہاں بھی آیا اس سے نفس وجوب کے ثبوت کا نظریہ قائم کر لیا گیا۔

☆علت، شرط اور سبب کا استعمال☆

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی بھی عبادت کا نفس وجوب اسلام اور بلوغ کے بغیر نہیں ہوتا (بلکہ عقوبت کی اہلیت کے لئے بھی یہ امور شرط ہیں۔) پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ سب امور انسان مکلف کے اوصاف ہیں جن میں علّت کی شان پائی جا رہی ہے اور فقہاء ان کو شرائط وجوب سے تعبیر کرتے ہیں اور مالی عبادت کے لئے ان اوصاف کے ساتھ غِنا بھی

مع حریت کے ضروری ہے اور حج کے وجوب کے لئے مزید براں استطاعت بھی شرائط میں داخل ہے تو وجوب فی الذمہ کا مدار ان شرائط پر ہے اور شرط سے حکم کا وجود ہوتا ہے جیسا کہ "سبب" حکم کے وجود کی طرف پہونچا تا ہے اس لئے شرط کو سبب کہہ دیا جاتا ہے۔ اور جیسے علّت کو سبب بھی بولتے ہیں کیونکہ علّت موجب ہوتی ہے وجوب نہ ہوتا تو حکم کی بجا آوری ضروری نہ ہوتی۔ اس اعتبار سے علّت مفضی الی الحکم بھی ہے اور سبب کے لفظ میں افضاء کی حقیقت پائی جاتی ہے اس لئے علل کو اسباب سے تعبیر کرتے ہیں۔ **وقد منا فی مبحث القیاس ان کل علة للحکم تسمی سببه ولیس کل سبب للحکم یسمی علة** (علم اصول الفقہ ص ۱۱۰) پس شرائط وجوب کو توسعاً اسباب سے ذکر کرتے ہیں۔ اور ان اسباب کے تحقق پر وجوب موقوف ہے اس لئے انہیں شرائط کہتے ہیں۔ (اور وہ ثبوت وجوب کی علامت بھی ہے **الماخوذ و المشتق من الشرط بفتح الراء بمعنی العلامة فالشرط بسکون الراء لوحظ فیه معنی الشرط بفتح الراء**) دیکھئے احکام وضعیہ کی مختصر تعریف مقالہ تحقیق الکلام میں۔

پھر یہ کہ زکاۃ میں ملک نصاب کو سبب وجوب کہا گیا ہے تو اس کی حیثیت نماز، روزہ میں وقت (خاص) کو سبب وجوب قرار دئے جانے سے مختلف ہے۔ نیز اسی غنا کو (قدرے فرق کے ساتھ) صدقۃ الفطر اور اضحیہ میں شرط قرار دیا گیا ہے۔ پھر جس غناء کو صدقۃ الفطر میں شرط وجوب کہا جارہا ہے اس کی نوعیت قربانی کے وجوب کی شرط غناء سے جداگانہ ہے کہ وہاں شرطِ محض ہے اور قربانی میں شرط فی معنی العلۃ ہے۔ لیکن جن شرائط کے تحقق پر نفس وجوب کا ثبوت ہوتا ہے اس میں وقتِ خاص داخل نہیں ہے اور جن اوصاف

کو شرائط قرار دیا گیا ہے ان کا تحقق وقتِ مخصوص کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

جب اتنی بات سمجھ میں آ گئی تو بدائع الصنائع کی عبارت **الوجوب نوعان احدهما اصل الوجوب و هو اشتغال الذمة بالواجب و انه ثبت بالاسباب لا بالخطاب .... والثانی وجوب الاداء .... وانه ثبت بالخطاب** الخ کا مطلب واضح ہو گیا کہ نفس وجوب کا ثبوت اسباب یعنی شرائط سے ہوتا ہے۔ ثبت بالاسباب کے لفظ سے وقت مراد لینا جس کو فقہاء نے خاص معنی ''تکرار وجوب'' کے لحاظ سے سبب قرار دیا ہے غلط ہے کیونکہ ثبوت بالاسباب کو ثبوت بالخطاب کے مقابل ذکر کیا ہے اور وجوب اداء کا ثبوت خطاب سے (جس پر صیغۂ امر دلالت کرتا ہے) بالکل قطعی ہے اور خطاب وقت خاص میں ہوتا ہے اس سے قبل نہیں ہوتا یہ بھی حتمی ہے اس لئے لامحالہ اسباب سے غیر اوقات مراد ہیں۔ اس نوع کی عبارت دیگر کتب اصول میں بھی موجود ہے۔ مثلاً **ان وجوب الاحکام یتعلق باسبابها و انما یتعلق بالخطاب وجوب الاداء** (اصول بزدوی) اور ان اسباب کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے **فان الاسباب التی مر ذکرها لیست باسباب حقیقه علی ما اختاره المصنف فی تعریف السبب بل هی علل سمیت اسبابا بطریق المجاز لافضاءها الی الاحکام** (کشف الاسرار ۴/ص ۲۴۹) **لان نفس الوجوب یثبت باسبابه علی طریق الجبر اذ لم یخل عن فائدة ...... و اما الخطاب فانما هو لوجوب الاداء۔ (تلویح علی التوضیح۔) و کذلک وجوب الاداء یتعلق بالامر بعد کون الشیٔ واجباً بسببیة السابق علیه و دلیل هذا الاصل وهو ان نفس الوجوب بالاسباب و وجوب الاداء بالامر اجماعهم علی وجوب**

الصلوۃ الخ (حاشیہ حسامی)

معلوم ہوا کہ سبب کے لفظ سے فقط وہی چیز مراد لینا جس کو سبب وجوب بالمعنی الخاص متعین کیا گیا ہے اور سبب کو علّت کے معنی میں لینا پھر سبب وجوب کے پائے جانے سے نفس وجوب کا تحقق ماننا فقہی اصولی خطا ہے۔

☆سبب وجوب سے وجوب اداء کا سبب مراد ہے☆

سبب وجوب کے لفظ سے نفس وجوب کا سبب (فی معنی العلۃ) مراد لینا جب غلط ثابت ہوا تو سوال یہ ہے کہ پھر اس لفظ کا مطلب کیا ہے؟ سنیئے۔

سبب کا ایک مفہوم فقہاء کی اصطلاح میں حکم کے تکرار و عدم تکرار بھی ہے اس لئے کہ علّت، شرط اور علامت کے مقابلہ میں ''سبب'' کے اندر ''افضاء'' کے معنی کے ساتھ تکرار و عدم تکرار کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ **وقد علم ان السبب اذا لم یتکرر لا یتکرر المسبب** (بنایہ) **ولا یلزم تکرار المشروط بتکرر الشرط لان وجود الشرط لا یقتضی وجود المشروط بخلاف السبب فانه یقتضی وجود المسبب** (تلویح)

اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ نفس وجوب میں مطالبۂ فعل نہیں ہے۔ اس لئے حکم (یعنی اداء) کے مطالبہ کے لئے خطابِ الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔ جس پر صیغۂ امر دال ہے اور وہی خطاب سبب حقیقی ہے۔ مگر یہ خطاب ایک مخفی شئ ہے۔ بندوں کو اس کا علم براہِ راست نہیں ہو سکتا اس لئے ضروری ہوا کہ کسی ظاہری شئ کو اس کا قائم مقام کیا جائے۔

و کل امر خفی له سبب ظاهر یقام السبب مقامه ویدار الحکم علیه (عنایہ) نیز یہ صیغہ امر جس سے اداء کا وجوب ہو رہا ہے وہ امر احناف کے نزدیک بالذات نہ مقتضیٰ تکرار ہے اور نہ محتمل تکرار اور ایک مرتبہ امتثال کر کے آزاد ہو جانا مقصد تخلیق کے خلاف ہے اور دائما عبادت میں مشغول رہنا (کہ امر الٰہی فی نفسہ علی الدوام موجود ہے) نظامِ عالم میں مخل اور حرج کا باعث ہے اس لئے حکمت الٰہی کا تقاضہ ہوا کہ عبادات کی مختلف نوعیت کو مدنظر رکھ کر ایسی شیٔ کو سبب ظاہری قرار دیا جائے جس سے عبادات کے تعدد و تکرار اور عدم تکرار کی معرفت ہو سکے۔ اس لئے فقہائے امت اعلی اللہ مراتبہم نے نصوص شرعیہ کی روشنی میں مختلف اشیاء کے لئے سبب کا لفظ متعین فرمایا تاکہ وجوب اداء کی نسبت سبب کی طرف ہو کر اس کے تکرار و عدم تکرار سے وجوب کا تکرار و عدم تکرار سمجھا جا سکے۔ علامت کا لفظ بھی مقرر نہیں کیا کیونکہ اس سے فقط توجہ خطاب کا علم ہوتا حکم کے تکرار و عدم تکرار کی معرفت نہ ہوتی۔

وما تکرر من العبادات فبا سبا بها لا بالاوامر جواب سوال یرد علیناوهو ان الامر اذا لم یقتض التکرار ولم یحتمله فبأی وجه تتکرر العبادات مثل الصلوة والصیام وغیر ذلک فیقول ان ما تکرر من العبادات لیس بالاوامر بل بالاسباب لان تکرار السبب یدل علی تکرار المسبب (نورالانوار)

قوله لیس بالاوامر ... والا لاستغرقت العبادات الاوقات کلها لدوام الامر (حاشیہ)

چنانچہ نماز، روزہ اور قربانی کے تکرار کے لئے وقت کو سبب قرار دیا اور زکوۃ کے تعدد کے لئے ملک نصاب کو اور صدقہ الفطر کے تعدد کے لئے **رأس یمونہ ویلی علیہ** کو اور حج کے عدم تکرار کے لئے بیت اللہ کو سبب قرار دیا ہے اور جن اشیاء کو عبادات کے تکرار وعدم تکرار کی پہچان کے لئے سبب وجوب کہا گیا ہے وہ حقیقی سبب خطاب الٰہی کا قائم مقام ہے **وھو مثبت لوجوب الاداء** ہے۔ پس لامحالہ سبب وجوب سے مراد وجوبِ اداء کا سبب ظاہری ہے۔ **السبب عند جمھور الفقھاء ھوالامر الظاھر المضبوط الذی جعلہ الشارع امارۃً لوجود الحکم** (شیخ محمد ابوزہرہ مصری) علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں **ان تکرار وجوب الاداء لایکون الا بتکرار السبب۔** (فتح الغفار شرح المنار ص ۴۶) (تفصیل کے لئے دیکھئے تعدد وتکرار کی بحث)

حاصل یہ ہے کہ کتب اصول میں وجوب کے متعلق ''اسباب'' کا ذکر عموماً دو موقع پر کیا گیا ہے۔ ایک ثبوت وجوب، دوسرا تکرار وجوب۔ پہلا نفس وجوب کا موقع ہے جس میں ثبوت بالاسباب کو ثبوت بالخطاب کے مقابل بیان کیا جاتا ہے اور خطاب کا مثبت **لوجوب الاداء** ہونا امر مسلّم عندالفقہاء اور قطعی ہے جیسا کہ کتب فقہ واصول کی متعدد عبارتوں سے ظاہر کیا گیا ہے اور نفس وجوب کا ثبوت جن اسباب سے ہوتا ہے دیکھئے ان میں ہر سبب معنیٰ حدث ووصف پر دلالت کرتا ہے جیسے اسلام بلوغ غنا وغیرہ اور ان کو شرائط وجوب سے تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا موقع تعدد وتکرار وجوب کا ہے۔ چونکہ صیغۂ امر (جو خطاب کا ذریعہ ہے اور بندوں کے اعتبار سے وقت مخصوص میں متوجہ ہوتا ہے) وہ عندالاحناف نہ مقتضیٔ تکرار

ہے اور نہ متحمل تکرار۔ اس لئے تکرار وعدم تکرار کی معرفت کے لئے شارع نے بعض اشیاء کو سبب قرار دیا جیسے وقت وغیرہ۔ پس وجوب اداء کا تکرار امر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سبب کے تکرار سے ہے لہذا سبب وجوب مثلاً وقتِ خاص یہ سبب ظاہری ہے یعنی تعدد وتکرار وجوب وعدمِ تکرارِ وجوب کی معرفت کا ذریعہ ہے اس لئے سببِ وجوب کے لفظ سے محض نفس وجوب کا سبب سمجھنا اصولی حطاً ہے۔

☆اوقات الصلاۃ کونفس وجوب کا سبب کہے جانے کی وجہ☆

رہا یہ کہ فقہاء نے اگر کہیں نماز کے سبب وجوب یعنی وقت کونفسِ وجوب کا سبب سے تعبیر کیا ہے تو وہ حدوثِ اہلیت فی الوقت کے اعتبار سے ہے نہ کہ علی الاطلاق کیونکہ اسلام، بلوغ مع العقل کے بغیر وقت سببِ وجوب نہیں بن سکتا۔ **وبیان اعتبار حال العبد فیه انه لو کان صبیا فی اول الوقت بالغا فی ذلک الجزء او کان کافرأ فی اول الوقت مسلماً فی ذلک الجزء او کانت حائضاً او نفساء فی اول الوقت طاهرة فی ذلک الجزء وجبت الصلوٰة وعلی هذا جمیع صور حدوث الاهلیة فی آخر الوقت وعلی العکس الخ۔** (اصول الشاشی ص ۱۰۰) پس بعض اہل علم کا وقتِ خاص ہی سے نفسِ وجوب کا اثبات اور وجوبِ اداء کا سبب ہونے کی نفی کرنا باطل ہے۔

☆اوقاتِ الصلوٰۃ اور ایام نحر وجوب اداء ہی کے اسباب ہیں☆

وقت خاص وجوب اداء کا ہی سبب ہے۔ یہ فقہ کا مسلّمہ ہے اس کے متعدد دلائل راقم نے اپنے پہلے مقالہ میں پیش کئے ہیں۔ مزید یہ دلیل " **القضاء یجب بما یجب به**

الاداء" ملاحظہ فرمائیں۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ قضاء مقابل ہے اداء کا اور اداء وقت میں شرائط کے ساتھ مامور بہ کو انجام دیا گیا یعنی مؤدّی کو کہتے ہیں اور وقت گذر جانے کے بعد انجام دیا جائے تو اس کو قضا کہتے ہیں۔ قضاء کی تعریف اور اس کے سبب وجوب پر کلام کرتے ہوئے فقہاء لکھتے ہیں۔ (القضاء فعل الواجب بعدوقته) وقيل فعل مثله بنائً على المرجوح من انه يجب بسبب جديد لا بما يجب به الاداء وتمامه في البحر (شامی ۲/ص ۴۵۷ مطبوع بیروت)

والقضاء له تعريفان احدهما على المذهب الصحيح من ان القضاء يجب بما يجب به الاداء وهو فعل الواجب بعدوقته ثانيهما على القول المرجوح من ان القضاء يجب بسبب جديد فهو تسليم مثل الواجب (بحر ۳/ ص ۷۹)

مذکورہ عبارتوں کا مطلب واضح ہے کہ مذہب صحیح یعنی جمہور کا مذہب یہی ہے کہ قضاء کے وجوب کا سبب وہی ہے جس سے اداء کا وجوب ہو رہا ہے اور اداء کے وجوب کا سبب وہی وقت خاص ہے جس میں خطاب متوجہ ہوتا ہے اور خطاب سببِ حقیقی ہے اور وقت اسکا قائم مقام سببِ ظاہری ہے اور مرجوح قول یہ ہے کہ قضا کا وجوب سبب جدید سے ہے۔

غور فرمائیے کہ قضاء کے وجوب کے سبب میں اختلاف ہے لیکن اداء کے وجوب کے سبب میں اختلاف نہیں ہے اور وجوب اداء کے سبب کو بنیاد بنا کر یہ کہا گیا ہے

القضاءیجب بما یجب بہ الاداء یا یجب بسبب جدید لا بما یجب بہ الاداء ۔

اور اداء کا سبب وجوب وہی وقت خاص ہے جس میں جزء اوّل سے لے کر جزء اخیر تک سبب کی صلاحیت ہے۔

☆نفس وجوب عقلاً بھی سبب پر مقدم ہے☆

البتہ واقعی سبب وجوب اسی جزء کو قرار دیا جاتا ہے جو اداء سے متصل ہے اور جب وقت کے جزء اول اور فلسفی تعبیر جزء لایتجزی میں خطاب متوجہ ہوسکتا ہے تو لامحالہ خطاب یعنی وجوب اداء کی اہلیت اس سے قبل موجود ہونی چاہیے جو نماز روزہ میں صرف اسلام عقل اور بلوغ سے اور مالی عبادت میں غنا و یسار سے حاصل ہوتی ہے اور جب قبل دخول الوقت اہلیت وجوب ثابت ہوتی ہے اور وہی عند المشائخ نفس وجوب ہے تو پھر قبل الوقت نفس وجوب کے ثبوت کا انکار کیسے کیا جاسکتا۔

☆ کامل و ناقص کا فرق وجوب اداء میں ہے☆

پھر یہ کہ اداء یعنی مامور بہ کی ابتداء ایسے وقت میں کی جو وقت کامل ہے تو وجوب کامل ہوگا اور ناقص ادائیگی سے ذمہ سبکدوش نہ ہوگا اور اگر ابتدائے فعل وقتِ ناقص میں ہے تو ناقص واجب ہوا اس لئے ادائے ناقص سے بھی بری الذمہ ہوجائیگا اگر وقت کے جزء اول ہی کو سبب وجوب مانیں جیسا کہ نفس وجوب کے قائلین فرماتے ہیں تو پھر ادائے کامل و ناقص کا فرق جو آخر وقت کے اعتبار سے فقہا نے بیان کیا ہے وہ سب بیکار ہوجاتا ہے کیونکہ کامل اور ناقص کا فرق نفس وجوب میں نہیں بلکہ وجوب اداء میں ہوتا ہے۔

اور اگر وقت بغیر اداء کے گذر گیا تو پورے وقت کو قضا کے حق میں سبب قرار دیتے ہیں اور پورا وقت یا اس کا اکثر حصہ کامل ہے تو قضا کامل واجب ہوتی ہے اس لئے ناقص وقت میں قضاء کرنا درست نہیں ہے۔

محشیٔ امداد الفتاوی حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

اگر کوئی مکروہ اوقات میں نماز پڑھ لے تو فجر الیوم صحیح نہیں ہوگی اور عصر الیوم صحیح ہو جائے گی اس کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔فرق کی وجہ یہ ہیکہ وجوب اداء کا سبب نماز سے متصل جزٔ ہوتا ہے اور وہ جزٔ فجر میں کامل ہے اور عصر میں ناقص اور نماز کے درمیان طلوع و غروب سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور ناقص ہوجاتی ہے۔پس فجر میں جیسی واجب ہوئی تھی ویسی ادا نہ کی اس لئے اس کا اعادہ ضروری ہے اور عصر میں ناقص واجب ہوئی تھی اور ناقص اداء کی پس اس کا اعادہ واجب نہیں۔

(تحفہ الالمعی ۱/ ص ۴۷۹ کذا فی کتب الفقہ)

☆شرط وسبب میں تقدم وتأخر☆

مفتی شبیر احمد صاحب مرادآبادی مدظلہ نے اپنے قربانی کے فتوی میں جو ایک ترتیب قائم کی ہے کہ سب سے پہلے سبب وجوب پھر دوسرے نمبر پر شرطِ وجوب پائی جائے الخ ۔ اس سے بعض اہل علم یہ سمجھیں گے کہ سبب ہمیشہ شرط پر مقدم ہوا کرتا ہے ۔سو اسکے متعلق عرض ہے کہ سبب اور شرط میں کون مقدم اور کون موخر ہوگا فی نفسہ حتمی طور پر متعین

نہیں ہے بلکہ اس کا مدار عبادت کے وجوب اور اداء پر ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) کوئی شئی اگر ''شرط'' ہے نفس وجوب کی اور ''سبب'' ہے وجوب اداء کا تو ''شرط'' مقدم ہوگی اور سبب مؤخر ہوگا جیسے نماز، روزہ میں اسلام، عقل، بلوغ شرائط ہیں نفس وجوب کے اور اوقات مخصوصہ اسباب ہیں وجوب اداء کے۔ اور جیسے قربانی کے لئے ملک نصاب نفس وجوب کی شرط ہے اور ''ایام نحر'' سبب وجوب (اداء) ہے۔

(۲) اور کبھی یہ دونوں (شرط اور سبب) نہ مقدم ہوتے ہیں اور نہ مؤخر۔ جیسے یہی واجبات موقتہ کے اوقات کہ وہ سبب وجوب (اداء) ہیں اور وہی شرط اداء بھی ہیں یعنی وقت دونوں حیثیتوں کا جامع ہے۔ **وقد یجامع الشرط السبب مع اختلاف النسبة کوقت الصلاۃ فانه شرط بالنسبة الی الاداء و سبب بالنسبة الی وجوب الاداء** (تقریر وتحبیر) اور جیسے ملک نصاب زکوۃ کے حق میں سبب وجوب ہونے کے ساتھ شرط وجوب بھی ہے۔ چونکہ زکوۃ کا نفس وجوب ملک نصاب پر موقوف ہے اس اعتبار سے شرط وجوب ہے اور نصاب کے تعدد سے وجوب متعدد ہوتا ہے اس اعتبار سے ''سبب وجوب'' قرار دیا گیا ہے۔

(۳) اور اگر ملک نصاب کی یہ دوسری حیثیت یعنی سبب وجوب کو حولان حول جو کہ شرط ہے وجوب اداء کی اس سے مقابل کیا جائے تو پھر سبب مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

(۴) اور حج کے لئے استطاعت بالمال شرط ہے نفس وجوب کی اور ایام حج نفس وجوب کی نہ شرط ہے اور نہ وجوب اداء کا سبب۔ البتہ شرط اداء ضرور ہے اور بیت اللہ کو سبب قرار دینا عدم تکرار کی شناخت کے لئے ہے۔ (دیکھئے تعدد و تکرار کی بحث) اور (البحر

العمیق لابی البقاء المکی الحنفی متوفی ۸۵۴ھ، ص /۱)

☆وجوب اداء کے لئے شرط وجوب اور سبب وجوب دونوں ضروری ہے☆

اور جب ثابت ہو گیا کہ سبب وجوب سے مراد وجوب اداء کا ظاہری سبب ہے اور وجوب اداء کے تحقق کے لئے پہلے سے ذمہ کا مشغول بالواجب ہونا ضروری ہے کیونکہ یہی حکمتِ الٰہی کے عین مناسب ہے کہ من جانب اللہ مطالبۂ فعل سے پہلے بندہ میں اس کی اہلیت پیدا ہو جائے جو موقوف ہے اسلام، عقل، بلوغ پر۔ پس وجوب اداء کے لئے اولاً شرائط نفس وجوب کا ہونا لازم ہے اس اعتبار سے وجوب اداء کے شرائط میں نفس وجوب کے شرائط بھی داخل ہیں۔(دیکھئے **تمییز الطرقات لتحقق الشرائط للقربات**) یعنی وجوب اداء موقوف ہے نفس وجوب پر اور نفس وجوب کا تحقق شرائط پر موقوف ہے۔ پس شرائط کے بغیر وجوب ادا نہیں ہو سکتا نیز ادا کا وجوب سبب سے ہوتا ہے اس سے قبل نہیں لہذا وجوب ادا کے ثبوت کے لئے سبب مع شرط کا ہونا ضروری ہے نہ کہ محض سبب ہاں اہلیتِ وجوب سبب پر موقوف نہیں ہے۔

اور محققین صرف یہی ایک وجوب اداء کے قائل ہیں جس کو وجوبِ فعل بھی کہتے ہیں۔ یہی وجوب شرعاً مقصود ہے اس لئے کہ اداء کا تحقق اس کے بعد ہی ہوتا ہے نہ کہ اس سے قبل **کما فی العبادۃ البدنیہ**۔ پس محققین کے یہاں اصل وجوب یہی وجوب اداء ہے۔ لہذا بعض فقہاء کے کلام میں اگر اصل وجوب کے لئے شرائط اور سبب کو ہونا مذکور ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ شرائط کے ساتھ سبب کے بعد ہی اداء کا وجوب ہوگا بغیر سبب کے اداء کا

وجوب نہیں ہوسکتا پس بعض اصولی عبارت جیسا کہ مولانا سلمان صاحب پالنپوری نے اپنی تحریر میں پیش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل وجوب شرط وسبب سے ثابت ہوتا ہے اس کا مطلب بھی ظاہر ہو گیا کہ اس سے وہی وجوب مراد ہے جو شرعاً مقصود ہے یعنی اداء کا وجوب ۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وجوب اداء سے مقدم وہ وجوب جس کو مشائخ نفس وجوب یا اہلیت وجوب سے تعبیر کرتے ہیں اس کے لئے بھی سبب بالمعنی الخاص کا ہونا ضروری ہے۔

☆وقتِ خاص نفس وجوب کا سبب نہیں ہے☆

راقم نے اپنے مقالے رفع الارتیاب من سببیة الوقت للموقتات میں نفس وجوب کے سبب حقیقی کے بارے میں اصولیین کی مختلف عبارتوں کے درمیان ایک ظاہری تعارض کو دور کرتے ہوئے لکھا ہے ”پس جہاں وقت کو نفس وجوب کا سبب ظاہری کہا گیا ہے اس سے مراد مطلق (یعنی عام) وقت ہے لہذا شرائط وجوب جب بھی متحقق ہوں اہلیت وجوب آجائیگی اور ذمہ مشغول بالواجب ہوجائے گا۔

مطلق وقت سے مراد عام وقت ہے جس میں شمسی تغیرات سے واقع ہونے والے امتیازات ملحوظ نہ ہوں اور وقت خاص کا مطلب جس میں شمسی امتیاز کا اعتبار کیا گیا ہے جیسے نماز فجر کے لئے طلوع صبح سے طلوع شمس تک، ظہر کے لئے زوال سے مثل اول یا مثلین تک اور یہاں سے غروب تک عصر کا وقت اور غروب سے غیبوبت شفق تک مغرب کا وقت اور یہاں سے انشقاق فجر تک عشاء کے لئے وقت ہے۔ نیز یہ تمام اوقات جس کی

ابتداء وانتہا مقرر ہے، ان سب میں ایک معتد بہ امتداد یعنی درازی پائی جاتی ہے۔

فقہا کی تحقیقات اور تصریحات کے مطابق یہ مسلّم ہے کہ خطاب جو مثبت لوجوب الاداء ہے وہ وقت خاص میں ہوتا ہے اور وہی وقت خطاب کا قائم مقام یعنی وجوب اداء کا سبب ظاہری ہے لہذا وقت خاص ''سبب وجوب'' بنا مگر حقیقت میں وقت خاص کے کل کو یا معین مقدار کو بالتعیین سبب قرار نہیں دیا گیا ورنہ تو اس کے بعد مامور بہ موڈی کو قضا کہنا پڑے گا اس لئے انتقال سببیت کے قائل ہوئے پس وقت خاص کا جزء اول سبب ہوگا اگر اس کا اتصال موڈی کے ساتھ ہوگیا تو واقعۃً بھی وہی سبب وجوب ٹھہرا ورنہ سبب منتقل ہوگا۔ **و قد تقدم ان سبب وجوب الصلوۃ اوقاتها لکن لا یمکن ان یکون الکل سبباً لانه لو کان کلّه سبباً لوقع الاداء بعده لوجوب تقدم السبب بجمیع اجزاءه علی المسبب فلا یکون اداءً بل قضاء و لیس دلیل یدل علی قدر معین منه کالربع والخمس او غیرهما فوجب ان یجعل بعض منه سبباً و اقل ما یصلح لذلک الجزء الذی لا یتجزی و الجزء السابق لعدم ما یزاحمه اولی فان اتصل به الاداء تعین لحصول المقصود و هو الاداء و ان لم یتصل ینتقل الی الجزء الذی یلیه ثم و ثم الخ** (دیکھئے مقالہ اولی میں انتقال سببیت سے استدلال اور دیگر کتب اصول)

اس بحث کی ایک عبارت کشف الاسرار کے حوالہ سے مولانا سلمان پالنپوری صاحب نے اپنے دعوی کے لئے بطور دلیل پیش کی ہے۔ عنوان ''نفس وجوب کا سبب

خاص وقت ہے یا مطلق وقت‘‘ قائم کر کے لکھتے ہیں ’’جب وقت نفس وجوب کا سبب ہے تو سوال یہ ہے کہ خاص وقت ہے یا مطلق وقت؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نفس وجوب کا سبب خاص وقت ہے نہ کہ مطلق وقت۔ کتب اصول میں اس کی تصریح موجود ہے۔

لایقال لایجب ذلک لانه لا یمکن ان یجعل مطلق الوقت سبباً والمطلق مغایر للکل والبعض لانا نقول لایمکن ذلک لان فی الاطلاق یدخل الکل والبعض فحینئذٍ ان یصح جعل الکل سبباً من حیث هو مطلق الوقت وقد بینّا ان ذلک لایجوز و تبین انه لابد من تقییده بالبعض ۔ لانه لابد من تعیین السبب ولایمکن ذلک فی مطلق الوقت۔‘‘ انتهی

عبارت کا حاصل یہ ہیکہ وقتِ خاص کے کل یا جزء معین کو سبب قرار دینا درست نہیں ہے اسی طرح مطلق وقت کو بھی سبب بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ مطلق بحیثیت اطلاق کل اور جزء دونوں کو شامل ہے تو مطلق وقت کو سبب قرار دینا گویا کُل وقت کو سبب قرار دینا ہے جو کہ درست نہیں اور سبب کا تعین اور سببیت کو بعض وقت کے ساتھ مقید کرنا بھی ضروری ہے تا کہ موڈی کو اداء کہا جا سکے اور یہ مطلق وقت کو سبب قرار دینے کی صوت میں نہیں ہوسکتا۔

اس لئے فقہاء وقت خاص کے جزء اوّل کو کہ اس کا مزاحم نہیں ہے سببیت کے لئے تجویز کرتے ہیں ورنہ علی سبیل الانتقال وقت کے جزء اخیر کو توجہ خطاب کے لئے متعین کہتے ہیں اس طرح پورے وقت میں سبب بننے کی صلاحیت موجود ہے اور قضاء کے حق میں پورے ہی وقت کو سبب وجوب کہتے ہیں۔

اب دیکھئے انتقال سببیت کی یہ پوری بحث وقت خاص کے متعلق وجوب اداء کے

حق میں ہے اور مطلق سے مراد عبارت مذکورہ میں وقت مخصوص و محدود کا اطلاق ہے نہ کہ وقت عام شمسی امتیاز کا اعتبار کئے بغیر۔ اور مولانا دعوی کر رہے ہیں کہ نفس وجوب کا سبب خاص وقت ہے نہ کہ مطلق وقت اور دلیل کہہ رہی ہے کہ وجوب اداء کا سبب وقت خاص ہے۔ اس لئے عبارت کی روشنی میں دعوی غلط ہے اور اگر دعوی مان لیں تو دلیل اس کے خلاف ہے۔ مزید براں انہوں نے اس عنوان کے تحت اخیر میں جو عبارت تقریر و تحریر کے حوالہ سے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔ (**بدليل وجوب القضا على نائم كل وقتٍ وهو) اى وجوب القضاء عليه (فرع وجود الوجوب) على حالة النوم والّا لم يجب عليه القضاء كما لا يجب بالاجماع على من حدثث اهلية بعد مضى الوقت باسلام او بلوغ۔** ترجمہ : پورے وقت میں سوئے رہنے والے پر قضا کا وجوب دلیل ہے کہ نوم کی حالت میں وجوب پایا گیا ورنہ تو اسپر قضا واجب نہ ہوتی جیسا کہ قضا واجب نہیں ہوتی ہے بالاتفاق اس شخص پر جس میں وقت گذرنے کی بعد اہلیت پیدا ہوئی اسلام یا بلوغ کی وجہ سے۔

یعنی پورے وقت خاص میں نائم رہنے پر قضا کا وجوب اس لئے ہے کہ نوم مانع خطاب نہیں ہے اور خطاب جب نائم کی طرف متوجہ ہوا تو اداء کا وجوب ہوگیا اور مامور بہ انجام نہ دینے کی وجہ سے قضا کا وجوب ہوگا۔ ورنہ یعنی اگر نوم مانع خطاب ہوتا تو قضا واجب نہ ہوتی کیونکہ خطاب نہ ہونے کی وجہ سے اداء کا وجوب نہیں تو قضا کا بھی وجوب نہیں جیسا کہ وقتِ خاص گذرنے کے بعد کسی میں اہلیت پیدا ہوئی اسلام یا بلوغ کے

ذریعہ تو چونکہ گذرے ہوئے پورے وقت میں اس شخص میں اہلیت نہیں تھی اس لئے اس کی طرف خطاب متوجہ نہ ہوسکنے کی وجہ سے نہ وجوب اداء اور نہ وجوب قضا۔

اس عبارت کے متن میں (فرع وجود الوجوب) سے وہ وجوب مراد ہے جو وقت خاص میں خطاب سے متحقق ہوتا ہے کیونکہ کلام اس شخص کے حق میں ہے جو مسلمان عاقل بالغ ہے یعنی اہلیتِ وجوب ثابت ہے۔

اور اگر وقت خاص کے اندر اہلیت پیدا ہوئی تو نفس وجوب بھی ہوگا اور وجوب اداء بھی متحقق ہوگا مثلاً۔ **صبی احتلم بعد صلوۃ العشاء و استیقظ بعد الفجر لزمه قضائها (در مختار) قال الشامی لانها وقعت نافلةً ولما احتلم فی وقتها صارت فرضا علیه لان النوم لا یمنع الخطاب فیلزمه قضائها فی المختار ولذا لو استیقظ قبل الفجر لزمه اعادتها اجماعاً (رد المحتار باب قضاء الفوائت ١ / ص ٧٦)**

یعنی ایک نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سویا اور اُسے احتلام ہوا یعنی بالغ ہوگیا۔ بالغ ہوتے ہی اہلیت ثابت ہوگئی اور وقت میں خطابِ الٰہی متوجہ ہوتا ہے کیونکہ نوم مانع خطاب نہیں ہے پس عشاء کا وجوب (وجوب اداء) بھی ہوگا مگر حقیقت میں سبب وجوب متصل بالاداء ہوا کرتا ہے اور نائم ہونے کی وجہ سے اداء کا تحقق نہیں ہوا اس لئے سبب وجوب مؤخر ہوگیا۔ یہاں تک کہ اگر صبح صادق سے قبل بیدار ہوگیا تب تو عشاء کی نماز پھر سے پڑھنا ضروری ہے سونے سے پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض کی طرف سے کافی نہ ہوگی اور اگر بعد الفجر بیدار ہوا تو عشاء کی نماز اس کے ذمے قضا ہوگی۔

مذکورہ تفصیل سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ اہلیت کا حدوث وتحقق اسلام وبلوغ کے ذریعہ وقت خاص میں متعین نہیں ہے۔ وقت خاص سے پہلے ہو یا بعد میں ہو یا وقت کے اندر ابتداء میں یا انتہاء میں۔ بہرحال وقتِ عام میں نفس وجوب ہورہا ہے کیونکہ خاص میں عام ضرور پایا جاتا ہے ولاعکس۔ لیکن چونکہ نفس وجوب میں طلب ایقاع فعل نہیں ہے اس لئے خطاب کا ہونا اس کے لئے ضروری ہے اور خطاب وقت خاص میں ہوتا ہے جس میں انتقال کی تشریح اوپر مذکور ہوئی لہذا وقت خاص کے سبب وجوب اداء ہونے کا انکار ایک حق اور حقیقت فقہیہ کا انکار ہے اور نور الانور وغیرہ کی جس عبارت میں وقت کو نفس وجوب کا سبب کہا گیا ہے اس سے یا مطلق یعنی عام وقت مراد ہے یا پھر خاص وقت باعتبارِ حدوثِ اہلیت فی الوقت کے ہے نہ کہ مطلقاً۔

اب مولانا سلمان صاحب پالنپوری زیدہ مجدہٗ کا تجزیہ بھی دیکھئے۔ لکھتے ہیں ۔

''بالفرض اگر وقت کو وجوب اداء کا سبب مان لیں تو خطاب بے فائدہ ہوکر رہ جائے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ سبب مسبب سے متصل ہوتا ہے لہذا سبب یعنی وقت کے پائے جانے پر مسبب یعنی عبادت کی ادائیگی واجب ہوجائے گی پھر خطاب کی وجہ سے کیا چیز لازم ہوگی؟ حالانکہ وجوب اداء وقت سے ہوگیا ہے۔''

وقت جب خطابِ مخفی کا قائم مقام اور تکرار وجوب کی معرفت کا ذریعہ ہوکر سببِ وجوب کہلایا اور موڈی کو اداء کہا جاسکے اس لئے سببِ وجوب کو علی سبیل الانتقال متصل بالاداء تسلیم کیا گیا ہے تو پھر مولانا کا مذکورہ بالا نقد واستفہام بالکل بے معنی رہ جاتا ہے۔

☆سبب وجوب اضحیہ تعبیر ہے سبب وجوب اداء کی☆

ان سبب وجوب الاضحیۃ الوقت وھو ایام النحر، یا سببھا الوقت وھو ایام النحر جیسی عبارت جو صریح ہے کہ قربانی کے وجوب کا سبب ایام النحر ہے مگر اس سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ یہ نفس وجوب میں صریح ہے حالانکہ یہ وجوب اداء کی صریح تعبیر ہے۔ کیونکہ وجوب اضحیہ میں وجوب کی اضافت (نسبت) اضحیہ کی طرف مجاز ہے حقیقت میں تضحیہ مراد ہے کہ وہی حقیقت میں فعل ہے جس کا وقت میں مطالبہ ہو رہا ہے۔ **الوجوب تتعلق بالاراقۃ۔** (بدائع) **(فتجب التضحیۃ) اسناد الوجوب الی الفعل اولی من اسنادہ الی العین کالاضحیہ** (شامی ۹/ ص ۴۵۴)

اور یہ مطالبۂ فعل اہلیت کے بعد ہی ہوتا ہے اور اہلیت (نفس وجوب) ملک نصاب کی وجہ سے غنی کو حاصل ہو چکی ہے پھر یہ فعلِ مامور بہ یعنی تضحیہ وقت میں متحقق ہوا تو اس موڈی کو اداء کہتے ہیں قضا کے مقابلہ میں۔ پس وجوب اضحیہ کہئے یا وجوب فعل یا پھر وجوبِ اداء سب کا مصداق ایک ہے۔ وجوب اداء میں لفظ اداء اتیان بالشی یعنی مصدری معنی میں نہیں ہے ورنہ خلاف عربیت لازم آئے گا کیونکہ اداء سے قبل ایک مصدر ایقاع یا ایجاد محذوف ہے۔ وجوبِ اداء کا مطلب مطالبۂ ایقاعِ فعل ہے۔

لہٰذا نماز روزہ کے بیان میں **سبب وجوب الصلوۃ یا سببھا اوقاتھا** وغیرہ صریح عبارت وجوب اداء ہی کی تعبیر ہے کیونکہ قضاء کے سبب وجوب کی بناء و اساس اداء کا سبب وجوب ہے۔ **فالاداء فی وجوب الاداء بمعنی الفعل ای المامور بہ الذی**

لزم وقوعه في ذمة المكلف بسبب الغنا و بعد مجيئ الوقت يطالب من المكلف ايقاعه في وقت المعين للاداء فاذا ادّى ما امر به قبل مضى الوقت فقد اتى بعين ما وجبت عليه بالخطاب اى بالامر فهذا المودّى في الوقت يقال له الاداء في مقابلة القضاء۔

پس سبب وجوب الاضحیہ الوقت وغیرہ عبارت سے وقت کو اضحیہ کے نفس وجوب کا سبب سمجھنا صحیح نہیں ہے۔اور قربانی کے موضوع پر لکھے جانے والے رسالوں اور مقالوں یا فتاوی میں بعض علماء کا یہ لکھنا کہ ''قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے'' قطعاً غلط ہے۔

☆سبب وجوب (وقت) میں نفس وجوب کے تحقق کا مطلب☆

اوپر معلوم ہو چکا کہ وجوب سے مقصود بالذات اداء یعنی فعل ہے جس کا مطالبہ وقتِ مخصوص سے قبل نہیں ہوتا۔ اس مطالبۂ فعل کے لئے شرائط وجوب کا ہونا بالاتفاق ضروری ہے مگر چونکہ فقہاء اپنی کتب فقہ میں عموماً ابتدائے باب میں عبادت کے وجوب اور اس کی اداء سے متعلق وقت معین میں شرائط وجوب کے تحقق اور سبب دونوں سے کلام کرتے ہیں شرائط کے تحقق پر اوّلاً جس وجوب کا ثبوت ہوتا ہے وہ اداء سے منفک اور زماناً مقدم ہوتا ہے یعنی ذمہ کا مشغول بالواجب ہونا اس کو نفس وجوب کہتے ہیں اور اہلیت وجوب بھی کہا جاتا ہے معاً دوسرا وجوب جو شرعاً مقصود ہے شرائط اور سبب کی وجہ سے متوجہ ہوگا اگر فوراً اداء یعنی مامور بہ کا وجود ہوا تو دونوں وجوب ظاہراً ایک ساتھ ہو گئے اور اگر اداء کا وجود نہیں ہوا تو مطالبۂ فعل (وجوب اداء) مؤخر مانا جائے گا اس صورت میں دونوں

وجوب کے مابین ظاہراً بھی انفصال ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ شرائط وجوب سے مراد وجوب اداء کی شرائط ہیں جن میں نفس وجوب کی بھی شرائط بعینہ موجود ہیں کیونکہ بغیر نفس وجوب کے اداء کا وجوب نہیں ہوسکتا۔ پس وقت کے اندر جو کہ سبب وجوب کہلاتا ہے شرائط جب بھی متحقق ہوں نفس وجوب تو بلا تاخیر ثابت ہوگا اور اداء پر قدرت ہوتو وجوبِ اداء بھی متوجہ ہوگا۔ لیکن حقیقت میں وجوب اداء کا سبب وقت کے اسی جزء کو کہا جائے گا جب کہ مکلف مامور بہ کو ادا یعنی شروع فی الاداء کرے ورنہ وقت کے جزٔ اخیر میں خطابِ الٰہی بہرحال متوجہ ہو ہی جائے گا اور وجوب مؤکد ہوکر وقت میں ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے واجب اس کے ذمہ قضاء بن جائے گا اور پورا وقت قضا کے حق میں سبب کہلائے گا۔

یہ ہے مطلب اُس عبارت کا جو مولانا سلمان صاحب زید مجدہ نے دونوں وجوب کے اتحاد وانفصال کے بارے میں پیش کی ہے وہ مطلب درست نہیں ہے جو انہوں نے مراد لیا ہے کہ دونوں وجوب میں تقدم وتاخر اور انفکاک صرف رتبۃً ہے کیونکہ یہ نصوص فقہیہ کے خلاف ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

والاصل فی ھذا .... ثم کذلک ینتقل الی ان یتضیق الوقت عند زفرو الی آخر جزء من اجزاء الوقت عندنا فتعین السببیة فیه لما یلی الشروع فی الاداء اذلم یبق بعده ما یحتمل انتقال السببیة الیه فیعتبر حاله فی الاسلام و البلوغ والعقل والجنون والسفر والاقامة والحیض والطهر عند ذلک الجزء (حسامی)

ولو کان موسرا فی جمیع الوقت فلم یضح حتی مضی الوقت ثم صار فقیرا صار قیمۃ شاۃ صالحۃ للاضحیۃ دیناً فی ذمتہ یتصدق بھا متی وجدھا لان الوجوب قد تاکہ علیہ بآخر الوقت فلا یسقط بفقرہ بعد ذلک کالمقیم اذا مضی علیہ وقت الصلاۃ ولم یصل حتی سافر لایسقط عنہ شطر الصلوۃ۔ (بدائع۔کتاب الاضحیہ)

لیکن وقت میں شرائط کے تحقق سے بحث کئے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ شرائط کا تحقق وقت سے قبل ہو پھر بھی وجوب فی الذمہ نہ ہو اور نہ فقہاء نے کہیں نفی کی ہے اور جہاں وجوب قبل الوقت کی نفی ہے وہ حتمی طور سے وجوب اداء کی نفی ہے جو سبب بالمعنی الخاص پر موقوف ہے پس نفس وجوب کے لئے شرائط اور سبب دونوں کو ضروری قرار دینا بالفاظ دیگر وجوب اداء کی طرح نفس وجوب یعنی وجوب فی الذمہ کو بھی مقید بالوقت الخاص سمجھنا جیسا کہ مولانا سلمان صاحب نے لکھا ہے فقہی واصولی مسلّمہ کے خلاف ہے۔

البتہ عبادتِ بدنی میں اداء یعنی فعلِ صوم وصلوۃ کا صدور اور قیام مکلّف ہی کی ذات سے ہے اس لئے اداء کے وجوب کا تعلق بھی اس کی ذات سے ہے جیسا کہ نفس وجوب بھی ۔اس لئے یہاں وجوب اداء کو بھی وجوب فی ذمہ المکلف ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اہلیتِ وجوب کا حدوث اور وجوبِ اداء کا ثبوت دونوں کا شرائط کے تحقق پر وقت میں ہونا بیان کیا گیا ہے اس لئے تمیز مشکل ہوگئی لیکن حقیقت میں فقہاء کے نزدیک نفس وجوب محض شرائط کی وجہ سے اور وجوب اداء شرائط مع السبب کی وجہ سے متحقق ہے۔

اور مالی عبادت میں یہ فرق سمجھنا آسان ہے مثلاً قربانی میں شرائط وجوب یعنی اسلام، عقل، بلوغ، حریت اور غناء کی وجہ سے نفس وجوب ہوجاتا ہے یعنی مطلق مالی عبادتوں کا لزوم ذمہ میں آجاتا ہے اور اقامت وایام نحر صرف وجوب اداء کی شرط ہے اس لئے مذکورہ امور خمسہ کے ساتھ اگر اقامت بھی وقت میں ہو تو وجوب اداء ہوگا ورنہ نہیں اور مطالبۂ زکاۃ کے لئے حولان حول کی شرط ہے اس لئے شرائط وجوب کے ساتھ جب حولان حول ہوگا تو وجوب اداء ہوگا اس سے قبل نہیں اور مطالبۂ صدقۃ الفطر کے لئے طلوع صبح فطر شرط ہے مالک نصاب صبح یوم الفطر کو پائے گا تو وجوبِ اداء ہوگا ورنہ نہیں۔ یہیں سے واضح طور پر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نفس وجوب زماناً مقدم ہوتا ہے وجوب اداء سے نہ کہ فقط رتبۃً۔اس لئے مولانا سلمان پالنپوری صاحب زید مجدہ کا جبکہ موصوف نے خود بھی یہ دلائل لکھے ہیں ۔ اما علی اصطلاح الحنفیۃ فالوجوب ینفک عن وجوب الاداء (تقریر) اور فنفس الوجوب ینفصل عن وجوب الاداء (کشف الاسرار) اور قد یوجد نفس الوجوب بدون وجوب الاداء۔(التوضیح) دونوں وجوب کے مابین ان الفاظ میں ''لیکن دونوں کے درمیان وقت کے اعتبار سے فصل نہیں ہوتا ہے۔'' فرق زمانی کا انکار کرنا اصول سے صرف نظر کرنا ہے۔

☆ مسئلہ بلغاریہ میں مولانا سلمان صاحب کا مغالطہ ☆

راقم نے اہل بلغاریہ کے مسئلہ عشاء کو اپنے مقالہ میں ''وقت خاص وجوب اداء کا سبب ہے۔'' کے استدلال میں پیش کیا ہے۔اس سلسلہ میں متون کی بعض کتابوں میں

وجوب اور بعض میں عدم وجوب مذکور ہے۔علامہ شامی نے بھی پوری بحث کی ہے اور حاصل بحث ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ **اذا علمت هذا ظهر لک ان من قال بالوجوب يقول به على سبيل القضاء لا الاداء ...... فيتعين ان يحمل كلام البرهان الكبير على وجوب القضاء كما يقول به الحلواني**۔ یعنی جولوگ وجوب کے قائل ہیں وہ وجوب قضاء ہے نہ کہ وجوب ادا۔اس لئے کہ خاص وقتِ عشاء نہ ہونے کی وجہ سے اداء کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں ہے جیسا کہ راقم نے اس کے بعد **تبيين الحقائق للزيلعي** کے حوالہ سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔ **وهو اى الاداء فرض الوقت ولم يقل به احد**۔ تو یہاں دو چیزیں متفق علیہ ومسلّم ہیں۔(۱) عشاء کا سبب وجوب نہ ہونا۔(۲) وجوب اداء کا قائل نہ ہونا۔راقم نے اسی امر یقینی متفق علیہ سے استدلال کیا ہے کہ وقت خاص مثلاً غروب شفق اور طلوع فجر کے مابین زمانہ کے فقدان سے وجوب اداء کا بالا جماع نہ ہونا حجت ہے کہ وقتِ خاص سببِ وجوبِ ادا ہے۔

اور جب وجوب اداء کا کوئی قائل نہیں ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بلغاریہ کے حق میں عشاء کی قضاء بھی آئے گی یا نہیں؟ تو اس میں دو قول ہیں۔ایک وجوب قضاء۔ جس کے اکثر فقہاء قائل ہیں۔دوم عدم وجوب قضاء جس کے بعض فقہاء قائل ہیں۔

عدم وجوب قضا تو اس لئے کہ جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ قضاء کے وجوب کا سبب وہی ہے جو اداء کے وجوب کا سبب ہے۔ **المذهب الصحيح ان القضاء يجب بما يجب به الاداء** (بحرالرائق) اور وجوب اداء کا سبب قطعاً نہیں پایا گیا تو قضاء کا سبب

بھی متحقق نہیں ہوا پھر قضاء کا وجوب بغیر سبب کے کیوں کر ہو؟

وجوبِ قضاء کے قائلین یہ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ وجوب اداء کا سبب وجوب قضاء کا بھی سبب ہوا کرتا ہے مگر یہ لازم نہیں کہ اس کا سبب وہی ہو کہ اگر وہ نہیں پایا گیا تو سِرے سے قضا بھی نہ ہو بلکہ قضاء کے وجوب کے لئے دوسرا سبب بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ دوسرا قول (جومرجوح ہے) یہ ہے کہ قضاء کا وجوب بسبب جدید ہے بہر حال قضاء کے سبب وجوب کے متعلق اختلاف خود دلیل ہے کہ عشاء کا نفس وجوب اہلِ بلغاریہ کے حق میں قائم ہے جب ہی تو وجوب اداء نہ ہونے کے باوجود اکثر فقہاء وجوبِ قضاء کے قائل ہیں۔ اور امام شافعیؒ بھی وجوب قضاء کے قائل ہیں پس بغیر سبب وجوب کے نفس وجوب کا رہنا حجت ہے کہ وقت خاص جو سبب وجوب ہے اسی پر نفس وجوب موقوف نہیں ہے۔

اب مولانا سلمان صاحب پالنپوری نے اپنے مضمون میں اس موقع پر جو استدلال کیا ہے وہ بھی دیکھ لیجیے کہ عدم وجوب قضاء جو غیر راجح قول ہے اسے پیش کرتے ہیں اور اس کی وجہ اپنی طرف سے یہ بیان کررہے ہیں کہ ”چونکہ وقت خاص نفس وجوب کا سبب ہے اور وہ اہل بلغاریہ کے حق میں نہیں ہے اس لئے عشاء کی نہ اداء ہے نہ قضا اور اسی لئے جو حضرات وجوب قضاء کے قائل ہیں وہ بھی وقت مخصوص کو مقدر مان کر قضا واجب کہتے ہیں۔“ حالانکہ **القضاء یجب بما یجب به الاداء** (جو ایک طرح سے ضابطہ کلیہ نہیں تو اکثر یہ ضرور ہے) کے اعتبار سے یہ بالکل واضح ہے کہ وقتِ خاص سبب وجوب اداء ہے اس لئے عدم وجوب قضاء کی وجہ وجوب اداء کے سبب کا نہ ہونا ہے نہ کہ سرے سے نفس وجوب کا نہ ہونا۔ ورنہ تو وجوب قضا کا قول ہی نہ ہوتا جیسا کہ وجوب اداء کا بھی

کوئی قائل نہیں ہے جیسا کہ قبل البلوغ نہ وجوب اداء ہے اور نہ وجوبِ قضاء کیونکہ بلوغ کے قبل نفس وجوب نہیں ہوتا۔

اور وجوب قضا کے قائلین میں جن حضرات نے وقتِ مقدر کو تجویز کیا ہے وہ نفس وجوب کے لئے نہیں بلکہ وجوبِ اداء کے لئے ہے تا کہ عشاء کے سبب وجوب یعنی وقتِ مقدّر کو قضاء کا سبب وجوب کہا جا سکے تا کہ اس سے مذکورہ فقہی مسلّمہ (ضابطہ) بحالتِ عموم باقی رہے۔لیکن تقدیری وقت والا قول قابلِ اشکال ہے۔بعض دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ اہل بلغاریہ کے حق میں وجوب قضاء کی خاطر اولاً عشاء کے وجوب یعنی اداء کے وجوب کے لئے بطور سبب تقدیری وقت ماننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مطلق نماز کا نفس وجوب قضاء کے وجوب کے لئے کافی ہے اور وہ مطلق وقت میں شرائط وجوب کے تحقق سے اہل بلغاریہ کو حاصل ہے۔

اس کو ایک نظیر سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی مکلف کو مثلاً وقت ظہر میں جنون لاحق ہوا اور عصر، مغرب، عشاء کا پورا پورا وقت بحالتِ جنون گذر گیا اور صبح میں یا طلوع شمس اور زوال کے مابین (بالفاظ دیگر تکرار وقت یا تکرار فریضہ سے قبل) افاقہ ہوا تو فقہاء فرماتے ہیں کہ تمام نمازوں کی قضا واجب ہوگی۔حالانکہ مجنون کے حق میں عصر، مغرب، عشاء وغیرہ کے اوقات مخصوصہ سبب وجوب نہیں بن سکے۔کیونکہ **لا خطاب بدون العقل** اور خطاب ہی وجوب اداء کا حقیقی سبب ہے وقت خاص تو محض سبب ظاہری ہے پس قضاء کا واجب ہونا بغیر وجوب ادا کے حجت ہے کہ نفس وجوب پایا گیا اور وہ افاقہ پانے

والے کے حق میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ شرائط تکلیف یعنی اسلام اور بلوغ کے ساتھ عقل مطلق وقت میں پائی گئی۔ اب اگر وقت خاص نفس وجوب کا سبب ہوتا تو مسئلہ مذکورہ میں صرف اسی نماز کی قضا واجب ہوتی جس وقتِ خاص میں افاقہ ہوا ہے اور جن نمازوں کے اوقات بحالت جنون گذر گئے ان کی قضا واجب نہ ہوتی۔ پس اہل بلغاریہ کے مسئلہ میں مولانا سلمان صاحب پالنپوری زید مجدہ نے کلام کی جو توجیہ اپنے فہم سے کی ہے وہ فقہاء کے بیان سے ہم آہنگ نہیں ہے بلکہ مغالطہ ہے۔

☆ اُضحیہ اور دمِ شکر میں افتراق واجتماع ☆

[الف] ملک نصاب کی وجہ سے جو اراقۃ الدم واجب ہوتا ہے اسے اضحیہ (تضحیہ) کہتے ہیں اور حج قر ان یا تمتع کی وجہ سے جو اراقہ واجب ہوتا ہے اسے دمِ قر ان یا دم تمتع اور قدر مشترک دم شکر بھی کہتے ہیں۔ پہلے اراقہ کے وجوب کی بنیاد غنا و یسار (ملک نصاب) ہے دوسرے اراقہ کے وجوب کی بنیاد تمتع یا قران ہے اس لئے یہ دم صرف حاجی پر واجب ہوتا ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اضحیہ غنی پر واجب ہوتا ہے بشرطیکہ مقیم ہو چاہے وہ حاجی ہو پس اگر قارن یا متمتع ایام نحر میں مقیم ہو گیا اور وہ مالک نصاب بھی ہے تو اس پر دم شکر کے علاوہ اضحیہ بھی واجب ہوگا۔

[ب] اضحیہ ایام نحر کے ساتھ خاص ہے۔ مقام اداء پورا عالم ہے اور دم شکر ایام نحر اور مقام حرم دونوں کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے دم تمتع و قران غیر حرم میں نہیں کر سکتے اور اضحیہ حرم میں بھی ہوتا ہے اس اعتبار سے اگر کوئی حاجی بشرطیکہ مقیم ہو دم شکر کے

ساتھ اضحیہ بھی حرم میں کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اور یہ دونوں واجب الگ الگ دو چھوٹے جانوروں سے ادا ہوجاتے ہیں۔اسی طرح ایک بڑا جانور سے بھی دونوں واجب بالاتفاق ادا ہوجائیں گے۔

[ج] نیز اگر ایک بدنہ (بڑا جانور) میں جہتِ اراقہ متعدد ہو اور جن کی طرف سے اراقہ ہے چاہے وہ سب حرم میں نہ ہوں تب بھی واجب غیر واجب سب دم ادا ہو جائے گا۔فقہا لکھتے ہیں ولو ارادوا القربة الاضحية او غيرها من القرب اجزأهم سواء كانت القربة واجبةً او تطوعاً او وجبت على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت بان اراد بعضهم الاضحية و بعضهم جزاء الصيد و بعضهم هدى الاحصار و بعضهم كفارة شيء اصابه في احرامه و بعضهم هدى التطوع و بعضهم دم المتعة و القران ــــــــــ و هذا قول اصحابنا الثلثة ۔(بدائع)

اگر نفس وجوب صبح یوم النحر سے ہوتا تو دم تمتع وقران کے ساتھ اضحیہ وغیرہ دوسرے اراقوں کی اجازت اور بغیر کسی قید وشرط کے علی العموم جواز کا فیصلہ فقہاء احناف ہرگز نہ دیتے کیونکہ وکالۃً قربانی کا سلسلہ بالخصوص اہل حرم پر وسعت کی غرض سے جیسا کہ مندوب ہے خیر القرون سے آج تک جاری ہے اور ممکن ہے ہدی میں اضحیہ کا شریک ایسے مقام پر ہو جہاں صبح یوم النحر نہیں ہوئی ہے تو اس کا اضحیہ ادا نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے بقیہ اراقہ بھی باطل ہوجائے گا۔ (دیکھئے مقالہ کشف الغطاء عن اعتبار الوقتِ لمحل الاداء میں اراقۃ الدم کی انواع اور ابل وبقر میں سات آدمیوں کی شرکت)

بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ حاجی پر بھی اضحیہ کے واجب ہونے کی بنیاد ملک نصاب ہی ہے اسی وجہ سے اس کو عرف میں مالی قربانی کہتے ہیں پس اگر غنی (حاجی) مسافر ہے تو اضحیہ کی ادائیگی واجب نہیں ہے اور ایام نحر میں جب بھی مقیم ہوگا اداء کا وجوب بھی آئے گا۔ معلوم ہوا کہ اضحیہ کے وجوب کی علت صبح یوم النحر کو پانا نہیں ہے۔

دیکھئے حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی کا فتوی اور اس فتوی کا اصل متن جو منیٰ کو مکہ مکرمہ کی بلدیت (شہریت) میں داخل کر دیئے جانے سے (اور اب یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو گیا ہے)۔ حجاج کرام کے لئے فقہی احکام میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے اس میں مسئلہ اضحیہ بھی ہے اور اس پر آٹھ مفتیان عظام کی تصدیقات ہیں۔ محمود الفتاوی ج ۲/ ص ۲۰۷ مسئلہ نمبر ۳ سے آخر تک بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

نمبر ۳: جب ایسا حاجی جو پہلے سے مقیم ہو یا آئندہ (دس ذی الحجہ سے) پندرہ دن رہنے کے ارادے سے مقیم ہو گیا تو دس ذی الحجہ کو اقامت کی حالت میں رہنے کی وجہ سے اس کے ذمہ مالی قربانی (جو صاحب نصاب اور مقیم ہونے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے یہ حج کے دم شکر کے علاوہ ہے) بھی واجب ہو جائے گی۔ (اگر چہ اس مالی قربانی کو حدود حرم ہی میں ذبح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اپنے وطن میں بھی ذبح کرایا جا سکتا ہے اور اگر ایسے مقیم نے ایام نحر میں مالی قربانی نہ کی تو بعد میں قربانی کی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا۔

مذکورہ مسائل کے سلسلے میں موسم حج ۱۴۲۰ھ میں ہندو پاک کے اکابر مفتیان نے درجہ ذیل فتوی کی تصدیق کی۔ جس کا متن یہ ہے۔

اقامت وقصر حاجی منی کی تحدید وآبادی، مسافر کی قربانی

استفتاء (۱) کیا منی مکہ مکرمہ میں داخل ہے یا خارج؟

(۲) کیا منی میں حاجی کو قصر کرنا ہے یا پوری نماز ہوگی؟

(۳) حاجی کو مالی قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: مبسّملاً ومحمداً ومصلیاً ومسلّماً

(۱۔۲) عام کتب فقہ میں یہ تحریر ہے کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں پہنچا اور ۸/ذی الحجہ تک اس کے پندرہ روز نہیں بنتے تو اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی کیونکہ ۸/ تاریخ کو اس کو ہر حال میں مکہ مکرمہ چھوڑنا ہے۔ لہٰذا اس کا پندرہ روز قیام کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب منی مکہ مکرمہ سے علیحدہ تھا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی منی سے بھی متجاوز ہو چکی ہے اور منی مکہ مکرمہ کا ایک محلّہ ہے جیسا کہ مقامی حضرات سے تحقیق کرنے سے اور مشاہدہ سے معلوم ہوا اور دونوں کی بلدیہ بھی ایک ہے۔ لہٰذا اب ۸/ تاریخ کا نہیں ۹/ کا اعتبار ہوگا۔ نیز اگر حج سے قبل مسافر ہے اور حج کے بعد یعنی ۹/ذی الحجہ کے بعد اس کو پندرہ روز مکہ مکرمہ رہنا ہے تو ۱۰/ ذی الحجہ کو ظہر کی نماز سے مقیم ہوگا اور نمازیں پوری ادا کرنی ہوگی اور جو پہلے سے مقیم ہے وہ تو ہر حال میں منی، عرفات، مزدلفہ میں نماز پوری ادا کرے گا کیونکہ عندالاحناف قصر سفر کی وجہ سے ہے نہ کہ حج کی وجہ سے۔

(۳) جب حاجی ۱۰/ ذی الحجہ کو مقیم ہوگا تو دیگر شرائط پوری ہونے پر اس کے ذمہ

مالی قربانی بھی واجب ہوگی اور پہلے اگر مال نہیں تھا ایام نحر میں مال آگیا اور بقدر نصاب ہے تو قربانی واجب ہوتی ہے۔ اس پر حولان حول شرط نہیں ہے اور اگر آخری دن مال آگیا پہلے مسافر تھا آخری دن مقیم ہوگیا اور قربانی نہیں کی تو بعد گذرنے ایام نحر کے اس پر قربانی کی قیمت کا تصدق واجب ہے اور درمیانی درجہ کے بکرے کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ شیر محمد علوی ، دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور

تصدیق مفتیان کرام واردین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ موسم حج ۳/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء نزیل مکہ معظمہ

(۱) محمد فاروق غفرلہ جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ، میرٹھ، نزیل مکہ معظمہ

(۲) مشرف علی تھانوی دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور، نزیل مکہ معظمہ

(۳) العبد احمد خانپوری مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات انڈیا ۲۲/۱۲/۱۴۲۰ھ

(۴) مبین احمد غفرلہ خادم جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ ۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ نزیل مکہ معظمہ

(۵) شبیر احمد عفا اللہ عنہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، یو پی، انڈیا نزیل مکہ مکرمہ ۲۰/۱۲/۱۴۲۰ھ

(۶) احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد، نزیل مکہ المکرمہ

۲۱/۱۲/۱۴۲۰ھ

(۷) رئیس الدین غفرلہ مدرس جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور یوپی انڈیا

(۸) رشید احمد غفرلہ خادم دارالافتاء دارالعلوم عبدیہ ہتھین ضلع فرید آباد انڈیا

(انتہی کلامہ محمود الفتاوی)

حضرت استاذی المکرم مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی کا اپنا فتوی اور یہ فتوی جس پر ''آٹھ مفتیان عظام'' کے دستخط موجود ہیں مالی قربانی کے بارے میں کس قدر واضح اور صاف ہے کہ اس کا وجوب (یعنی اصل وجوب شرعاً) ملک نصاب کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایام نحر میں اقامت وغیرہ شرائط وجوب کی بناء پر وجوب اداء کا بھی تحقق ہوگا اور ایام نحر میں اداء نہ کرنے کی وجہ سے تصدق واجب ہوگا۔

اور جب استاذی المکرم مدظلہ العالی کا یہ فتوی ہے اور اس سے قبل ایک فتوی نقل کیا جا چکا ہے نیز فتاوی رحیمیہ حضرت ہی کی نظر ثانی سے تصحیح پا کر اہل علم کے سامنے جلوہ گر ہوئے اور قربانی سے متعلق یہ سب فتاوی اصول فقہیہ وشرعیہ اور تواتر عملی کے بالکل مطابق ہیں تو پھر وقتِ خاص کی وجہ سے نفس وجوب کے تحقق پر حضرت الاستاذ کا لکھا ہوا فتوی (جیسا کہ کراچی اور مراد آباد کے فتاوی ہیں) کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

☆خاتمہ البحث وفذلکۃ الکلام☆

اس طویل بحث ونظر اور نقد وحل کا حاصل یہی ہے اور اسی پر اختتام کرتا ہوں کہ ملک نصاب (غناویسار) کی وجہ سے مطلقاً مالی عبادتوں کا لزوم مکلف کے ذمہ ہوجاتا

ہے اسی کو مشائخ احناف نفس وجوب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی اہلیت وجوب ہے یعنی اہلیت ہے وجوب اداء کی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اُس غنی کے لئے صدقہ لینا حرام ہو جاتا ہے (مبسوط ہدایہ، عنایہ، طحطاوی، عالمگیری۔ دیکھئے مقالہ نور السنّیٰ میں واجبات مالیہ اور حرمتِ صدقہ کا ثبوت کی بحث)

پھر الگ الگ اپنے وقت مقررہ میں ہر عبادت کی انجام دہی کا مطالبہ من جانب الشرع ہوتا ہے اسی کو وجوب اداء کہتے ہیں اور یہی مقصود ہے جو خطاب الٰہی سے ہوتا ہے اور خطاب وقت معین سے پہلے نہیں ہوتا اور خطاب کی معرفت کے لئے اسی وقتِ خاص کو قائم مقام بنا کر ظاہری سبب قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب امور اصولاً اور فقہاً متفق علیہ اور متواتر ہیں۔ پس قربانی کے نفس وجوب (اصطلاحی) کو ایام نحر یا صبح یوم النحر ہی سے ثابت ماننا بلکہ مطلقاً نفس وجوب کے ثبوت کو "سبب وجوب" کے لفظ سے لازم سمجھنا شرع وفقہ سے متصادم ہے نیز مسئلہ قربانی ہر سال پوری امت کو پیش آنے والا اکثیر الوقوع مسئلہ ہے اور اکابر و اسلاف جو **اعمقهم علماً و اوفرهم تحقیقاً و اکثرهم فقهاً و ادقهم فهماً و امثلهم طریقةً** کے مصداق تھے ان کے علم و نظر میں متقدمین و متاخرین کی اصولی تحقیقات مستحضر تھی پھر بھی وہ تعامل پر قائم و دائم رہے کوئی نقل تعامل کے خلاف منقول نہیں ہے۔ یہ واقعی دلیل ہے اس بات کی کہ فقہاء و اصولیین کی عبارتوں کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو وقت سے وجوب فی الذمہ ماننے والے سمجھ رہے ہیں اس لئے جدید موقف چودہ سو سالہ تعامل کے خلاف بھی ہے۔

الحاصل ذبح اضحیہ کے سلسلہ میں خیر القرون سے چلا آرہا معمول عین شرع کے

مطابق ہے یعنی المعتبر مکان الاضحیه جہاں جانور ذبح کیا جاتا ہے وہاں ایام نحر اور دیگر شرائطِ صحت کا ہونا ضروری ہے اور جن کی طرف سے واجب قربانی ہے اُن کا مالکِ نصاب ہونا ضروری ہے بس۔ اور اُن کے اعتبار سے وقت کی رعایت کرنا حرجِ عظیم کا موجب ہے والحرج مدفوع شرعاً ۔ لہٰذا ممالکِ مغربیہ کے باشندوں کی قربانی مشرقی ملکوں میں یہاں کے وقت کے اعتبار سے یا برصغیر کے باشندوں کی قربانی حرمین وغیرہ بلادِ عرب میں وہاں کے اوقات کے اعتبار سے بلکہ اندرونِ ملک ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ وہاں کے وقت کے حساب سے کرنا شرع کے موافق اور فقہی تصریحات کے بالکل مطابق ہے اور وقتِ خاص ہی کی وجہ سے نفسِ وجوب کے ثبوت پر لکھے گئے فتاویٰ اور تحریرات حتٰی کہ اجتماعی فیصلے بھی سب قابلِ اصلاح اور لازمِ رجوع ہیں۔

فیجب لاهل العلم ان یفتوا علی ما سلف علیه الجمهور و مضت علیه الدهور موافقا للاصول و الفروع و لیس فیه شبهة قصور۔

وهذا آخر ما عندی و الله اعلم و علمه اتم و احکم و ما ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب۔ و صلی الله علی رسوله الکریم و علی آله و اصحابه اجمعین و متبعیهم باحسان الی یوم الدین فقط

حرّرہٗ رشید احمد فریدی

استاذ مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، ضلع سورت، گجرات، ہند

۳؍ شب ذی الحجہ ۱۴۳۰

حج کی قربانی اور مالی قربانی کا فرق

دم شکر (تمتع، قران) کے وجوب کیلئے ایام نحر کا آنا ضروری نہیں ہے اسلئے کہ اسکا موجب احرام ہے یہی وجہ ہیکہ عدم قدرت کی صورت میں بطور بدل دس روزوں میں سے تین روزہ ایام نحر سے پہلے رکھنا ضروری ہے اسی طرح اضحیہ کے وجوب کیلئے ایام نحر کا آنا شرط نہیں ہے بلکہ غنا یعنی صاحب نصاب ہونا ضروری ہے اور نصاب بھی وہی جو وجوبِ صدقۃ الفطر کیلئے شرط ہے اسی وجہ سے اضحیہ کو مالی قربانی کہتے ہیں۔ محمود الفتاوی ج ۲ سے استاذی المکرم حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی کا فتوی کتاب ہذا کے صفحہ ۸۴ / اور ۱۱۷ / پر گذر چکا ہے۔ اور دیکھئے فتاویٰ علم وحکمت جلد دوم از مولانا مفتی حکیم احمد حسن ٹونکی تلمیذ خاص حضرت مولانا حیدر حسن ٹونکیؒ ومفتیٔ شہر جے پور، راجستھان۔

بطور اضافہ عرض ہے کہ حضرت مولانا میر قطب الدین چشتی مدظلہ العالی بانیٔ جامعہ انوار الہدی حیدر آباد نے اپنے مختصر مگر جامع رسالہ ''انوار حج وعمرہ'' میں فتاوی تاتار خانیہ کے حوالہ سے جو لکھا ہے وہ پیش خدمت ہے۔

اور (جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد) بہتر ہیکہ کسی کام میں مشغول ہونے سے پیشتر حج کی قربانی کریں اور یہ قربانی مفرد کیلئے مستحب اور قارن ومتمتع کیلئے واجب ہے۔

وفی الخانیه ولم یذکر الذبح بعد هذا الرمی قبل الحلق لانه مفرد فلا یلزمه الذبح ولا اضحیة علیه لانه مسافر وان کان قارناًاو متمتعاً یذبح ثم یحلق او یقصر (تاتارخانیہ ج۲ص ۴۶۴)

حضرت میر ''عیدالاضحیٰ کی قربانی'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: جوحاجی مسافر ہواور مکہ میں مقیم نہ ہواس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں۔ اگر مقیم اور صاحب نصاب ہے تو واجب ہے اور یہ قربانی وہ اپنے وطن میں بھی کرواسکتا ہے۔(انوار حج وعمرہ ص ۱۱۸)

دیکھئے اضحیہ کا موجب ایام نحر نہیں بلکہ صاحب نصاب ہونا ہے جیسے دم شکر کا موجب صاحب احرام ہونا ہے۔ البتہ اضحیہ حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لئے حاجی اپنے وطن میں بھی کرا سکتا ہے قطع نظر اس سے کہ مقامِ ذبح اضحیہ کا وقت اور تاریخ حرم کی تاریخ اور وقت سے مطابق ہو یا نہ ہو۔

رشید احمد فریدی

۶/ذی قعدہ/ ۱۴۳۴ھ

شب جمعہ

وقت بالضرور شرط ادا ہے اور بالیقین سبب ہے وجوبِ ادا کا نہ کہ شرط ہے نفسِ وجوب کی پس قربانی کے ''سبب وجوب'' یعنی وقت سے ہی نفس وجوب کا تحقق

مراد لینا مغالطہ ہے

مسک الختام

لارباب الفقہ والاعلام

رشید احمد فریدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد

یہ تحریر سابقہ تمام مقالات کا بصیرت افروز خلاصۃ الخلاصہ اور عطرِ مجموعہ ہے گویا مسئلۂ قربانی کی وجہ سے وجود میں آنے والی تحقیقات کے لئے یہ سطور ختامہ مسک ہیں اور اسی حیثیت سے اس آخری تحریر کا نام مسک الختام لارباب الفقہ والاعلام مناسب معلوم ہوا۔

یاد رکھئے کہ ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ کرنے کا مسئلہ نہ جدید ہے کہ جس کا حکم معلوم نہ ہو اور نہ ایسا قدیم مسئلہ ہے جس میں ائمۂ مجتہدین کا اختلاف ہو، فقہائے امت نے بالاتفاق **المعتبر مکان الاضحیہ** کہہ کر اختلاف مکان اضحیہ کی تمام صورتوں کا حکم بالکل واضح کر دیا ہے اور وجوب کے شرعی اصول وضوابط کو بھی کسی اعتبار سے تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا ہے کہ اب چودہ صدیاں گذرنے کے بعد باور کرایا جائے کہ نفس وجوب وقت سے ہوتا ہے۔ اسلئے من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اس مسئلہ پر دئے گئے جدید فتاوی اور اسلامی فقہ اکیڈمی کی انیسویں سیمینار کے سوالنامہ کا یہ فقرہ ''دوسرا پہلو یہ ہے کہ جہاں قربانی کی جارہی ہو وہاں ۱۰/ذی الحجہ کی تاریخ شروع ہوگئی ہو، لیکن جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے وہاں ۹/ذی الحجہ ہے اور قربانی کرنے والے پر ابھی قربانی واجب ہی نہیں ہے تو کیا کسی حکم کا مکلف ہونے سے پہلے اس کی طرف سے اس عمل کو انجام دیا جاسکتا ہے'' دلالت کرتا ہے کہ سوال کرنے والے جواب دینے والوں کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ وقت کی آمد کے بعد ہی نفس وجوب ہوتا ہے۔

پھر بھی ''سبب وجوب'' یعنی وقت سے ہونے والے وجوب ہی کو اگر نفس وجوب سمجھتے ہیں اسلئے کہ عرفاً وقت میں ہونے والے وجوب کو نفس وجوب کہہ دیتے ہیں تو اسے اصطلاحی نفس وجوب کے ساتھ جو ملک نصاب سے ہی متحقق ہوتا ہے اور وجوب ادا سے مقدم

ہوتا ہے خلط نہیں کرنا چاہئے کہ عرفاً واصطلاحاً فرق ملحوظ رکھنا اہل علم کے لئے ضروری ہے۔

بالفرض اگر یہ مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فقہاء کی یہ بنیادی فروگذاشت خیرالقرون سے اب تک متقدمین ومتأخرین جن میں مجددین ومجتہدین اور فقہائے عابدین بھی ہیں ان میں سے کسی کے ذہن لطیف اور عقل رسا کی گرفت میں نہ آسکا اور پوری امت جن میں صوفیائے محققین اور علمائے متقین بھی ہیں اتنے قرنوں تک مسئلۂ قربانی میں شریعت حقہ پر کامل طریقے سے عمل نہ کرسکی، حاشاوکلا۔ یہ ایک فرد یا ایک قوم یا ایک علاقہ کے لوگوں کی عملی خطاء نہیں کہلائیگی کہ ان کو قصور علم کی وجہ سے معذور سمجھ لیں اور یہ کہہ کر خاموش ہوجائیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں ثواب کی امید رکھنی چاہئے

الحاصل وقت سے ثابت ہونے والے وجوب کو نفس وجوب مان کر وکیل ذبح اضحیہ کے لئے من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے یوم النحر کی صبح ہونے کو ضروری قرار دینا چونکہ اصول شرعیہ اور فقہاء کے بیان کردہ مسلّمات کے معارض ہے۔ اس لئے انیسویں سیمنار منعقدہ مظہر سعادت ہانسوٹ گجرات کی اس مسئلہ پر تجویز بھی سابقہ فتاوی کی طرح اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ لہذا اکیڈمی کے زیر سایہ فیصلہ سے بھی اصول مسلمہ میں کوئی تغیر نہ قابل تحمل ہوسکتا ہے اور نہ تعاملِ امت کے خلاف کیا جاسکتا ہے۔ اور چونکہ وقت سے نفس وجوب کے قائلین کا اول اور آخر بنیادی استدلال بس یہی ہے کہ وقت ''سبب وجوب'' ہے اور اس لفظ سے نفس وجوب مراد لینا قطعاً اصول کے خلاف ہے لہذا یہ جملہ

''قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے'' مغالطہ ہے۔

☆بنیادی امور مسلمہ☆

فقہاء کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اسلام، عقل، بلوغ کے بغیر مطلق عبادت میں اور غناء کے بغیر مالی عبادت میں بندہ توجہِ خطابِ الٰہی کا اہل نہیں ہوسکتا لہٰذا مذکورہ اوصاف شرائط وجوب قرار دئے گئے ہیں جس سے اہلیت پیدا ہو جاتی ہے اور اہلیت کے بعد ہی خطاب الٰہی سے اداء کا وجوب ہوتا ہے، لہٰذا شرائط اہلیت شرائط وجوب اداء بھی ہیں، اور بعض امور ایسے ہیں جو صرف وجوب اداء کے لئے شرط ہوتے ہیں نفس وجوب کے لئے نہیں۔ البتہ فقہاء کے یہاں ''شرائط وجوب'' کی تعبیر ان سب کو شامل ہے۔

وجوب فی الذمہ کی حقیقت یہ ہیکہ شرائط اہلیت کی وجہ سے قربت (عبادت) کا وجوب ذمہ میں بندہ کے اختیار کے بغیر آجاتا ہے، چنانچہ اسلام، بلوغ مع العقل سے عبادت بدنی کا اور مذکورہ اوصاف کے ساتھ غناء مع الحریۃ کی وجہ سے عبادت مالی کا لزوم ثابت ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عرف میں جب کوئی شخص بالغ ہوجائے تو کہتے ہیں کہ اس کے ذمہ نماز، روزہ فرض ہوگیا اور مکلف (عاقل، بالغ، مسلمان) جب مالک نصاب بن جاتا ہے تو بولتے ہیں کہ زکوٰۃ و قربانی وغیرہ فرض ہوگئی، اس حقیقت کو نفس وجوب، یا اہلیت وجوب یا اصل وجوب سے بھی تعبیر کرتے ہیں، جو شرعاً معتبر تو ہے مگر اس میں قربت کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہوتا ہے اسلئے بالذات مقصود نہیں ہے۔

شرعاً مقصود بالذات ہر مخصوص عبادت کا اس کے وقت میں انجام دینا ہے جس کی ادائیگی خطاب الٰہی کے ذریعہ ہی واجب ہوتی ہے اور خطاب وقت خاص میں متوجہ ہوتا ہے اس سے قبل نہیں یہ بالکل طے شدہ ہے، خطاب الٰہی سے وقت میں ہونے والے وجوب کو فقہ کی اصطلاح میں وجوب اداء کہتے ہیں، اور مؤدِّی (فاعل) کے احوال یا وقت کے اوصاف کا اثر اسی وجوب میں ملحوظ ہوتا ہے، پھر اگر مامور بہ واجبات موقتہ میں سے ہے تو اداء (مقابل قضاء) کو بھی اسی وقت کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور بعض مامور بہ کی اداء کے لئے کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں ہے۔

{قربانی سے متعلق یہ امور متفق علیہ اور اجماعی ہیں}

(۱) قربانی کے ذمہ میں واجب ہونے کی علت شرعی ملک نصاب ہے ، جو احادیث صحیحہ سے ثابت اور جمیع علمائے امت کے نزدیک طے شدہ ہے اس میں آج تک کسی فقیہ کا کسی زمانہ میں اختلاف نہیں ہوا اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ غناء ویسار کا تحقق کبھی بھی ہوسکتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ غنی ہوتے ہی وہ مستحق زکوٰۃ نہیں رہتا، بلکہ اخذِ صدقہ اس پر حرام ہوجاتا ہے اور حرمتِ اخذِ صدقہ نہ ایام نحر کے ساتھ خاص ہے اور نہ یوم الفطر کے ساتھ ۔اور وجوب فی الذمہ ہی نفس وجوب ہے، تو نفس وجوب کی بنیاد شرعاً غناء ویسار ہے جسے فقہی طور پر شرط وجوب کہا جاتا ہے ، یہ امر بالکل متفق علیہ

اوراجماعی ہے۔

(۲) اہلیت وجوب کے بعد ہی شارع کی طرف سے خاص فعل واجب یعنی اراقۃ الدم کا مطالبہ خطاب کے ذریعہ وقت مخصوص (ایام نحر) میں ہوتا ہے اور خطاب کا مثبت لوجوب الاداء ہونا فقہاء کے نزدیک مسلم ہے، اور وجوب اداء ہی کے تکرار یا عدم تکرار کی معرفت کے لئے وقت کو سبب قرار دیا گیا ہے، پس ایام نحر وجوب اداء کا سبب ہے نیز قربانی چونکہ موقت ہے اس لئے اداء (مقابل قضاء) کے لئے بھی شرعاً وقت معین کا ہونا شرط اور ضروری ہے، یہ امر بھی متفق علیہ ہے۔

(۳) یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ وجوب فی الذمہ کے بعد تضحیہ یعنی ذبح اضحیہ میں چونکہ نیابت و وکالت شرعاً ثابت ہے اس لئے اداء کے تحقق کے لئے شرعاً مکان اضحیہ کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا جس کو فقہاء **المعتبر مکان الاضحیة** کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جو ایک ضابطہ کلی ہے اور اس کی اصل یہ ہے **القربات الموقته یعتبر وقتها فی حق فاعلها لا فی حق المفعول عنه**: یہ اصل اور ضابطہ فقہاء کے نزدیک بالکل عام اور مطلق ہے، اور ضابطے کا عموم و اطلاق بھی متفق علیہ ہے ابتداء وانتہائے وقت کے لحاظ سے پورے فقہ میں کہیں بھی کوئی تخصیص من علیہ الاضحیۃ کے اعتبار سے منقول نہیں ہے، البتہ شہر میں صحتِ اضحیہ کے لئے یوم النحر کو نماز عید کی ادائیگی بھی مزید شرط ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے۔

(۴) مذکورہ اصول و مسلمات کے مطابق خیر القرون سے ابتک امت کا تعامل جاری ہے کہ ایک جگہ کی قربانی دوسری جگہ مکان اضحیہ کے وقت کے اعتبار سے کی جاتی رہی ہے، جس کی ایک واضح اور اقرب مثال شہری کی قربانی دیہات میں صبح صادق کے فوراً بعد اور دیہاتی کی قربانی شہر میں نماز عید کے بعد کی جاتی ہے جیسا کہ تمام فقہاء مذکورہ بالا ضابطہ المعتبر مکان الاضحیہ کی مثال کے طور پر ذکر کرتے ہیں، اسی تعامل کا ایک حصہ یہ ہے کہ اہل آفاق (حل وحرم سے باہر رہنے والے ہفت اقلیم کے مسلمان) دنیا کے مختلف گوشوں سے حسب توفیق وسعادت اپنی قربانی یا اسکی رقم حرم بھیجتے ہیں اور حرم میں وہاں ہی کے اوقات کے اعتبار سے قربانیاں کی جاتی رہی ہیں، اور تعامل خود ایک مستحکم دلیل شرعی ہے۔

{اجماع سے انحراف اور اقوالِ متعارضہ}

غرض جب یہ سارے امور متفق علیہ اور شرعاً وفقہاً مسلّم ہیں امام محمدؒ کی جامع الصغیر سے لیکر علامہ ابن عابدین کی رد المحتار تک کتب فقہ کے متعلقہ مقامات کو بالاستیعاب دیکھ لیجئے اور جمیع امت چودہ سو سال سے اس کے مطابق عمل پیرا ہے تو پھر موجودہ زمانہ میں قربانی کے سلسلہ میں جمہور کے خلاف جو جدید فتاوی صادر ہوئے اور اصحابِ فتوی نے قدر مشترک یہ ضابطہ پیش کیا ہے کہ "قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے" جس کی وجہ سے وکالت کی صورت میں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت کی رعایت کو ضروری قرار دیا گیا ورنہ قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ اس ضابطہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ:

(۱) وجوب فی الذمہ کی بنیاد شرعاً غناء تھی اب اُس کے بجائے وقت قرار پائے گا۔

(۲) نفس وجوب مختص بالوقت نہیں تھا اب وہ موقّت کہلائیگا۔

(۳) المعتبر مکان الاضحیہ کا اطلاق اور عموم اب باقی نہیں رہے گا۔

(۴) قربانی کے سلسلہ میں امت کے تعامل کا اب غلط ہونا ثابت ہوا۔

(۵) ادائے قربانی میں دفع حرج جو شرعاً ملحوظ ہے اب اس کے بجائے حرج میں ابتلاء ہوگا

(۶) متفق علیہ متعدد جزئیات سے معارضہ ہوگا۔

دیکھئے وقت کی وجہ سے نفس وجوب ماننے سے شرعی وفقہی اصول متوارثہ میں تغیر ہوگیا، اتنا ہی نہیں بلکہ اس تغییر اصول وابطال ضابطہ فقہیہ کے ساتھ ذبح اضحیہ کے لئے من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت کی رعایت کرنے میں موجودہ زمانہ میں بعض اصحاب افتاء کے متعدد آراء میں سے قدر مشترک یہ چار یا پانچ اقوال ضابطہ بن رہے ہیں، جب کہ ان اقوال میں سے کسی ایک کے لئے بھی متقدمین ومتأخرین میں سے کسی فقیہ کا قول تائید میں پیش نہیں کیا جاسکتا ہے، مزید یہ کہ یہ چاروں بھی آپس میں متعارض ہیں۔

(۱) ابتداء میں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت کا ہونا ضروری ہے، اس کے بعد مکان اضحیہ کے اعتبار سے وقت کا رہنا ضروری ہے، چاہے من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت ختم ہو چکا ہو۔

(۲)۔۔۔۔۔(یعنی پہلے قول کی طرح) مگر احتیاط یہ ہے کہ (انتہائے وقت میں) من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے بھی وقت کی رعایت کی جائے۔

(۳) ابتداء میں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت ہوجانے کے بعد اسی کے اعتبار وقت کا رہنا ذبح اضحیہ کے لئے کافی ہے، اگرچہ مکان اضحیہ میں وقت ختم ہو چکا ہو۔

(۴) ابتداء اور انتہاء دونوں میں مکان اضحیہ کے اعتبار سے وقت کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ ابتدا میں من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت کی رعایت کرنا بہتر ہے۔ (نوٹ: یہ قول المعتبر مکان الاضحیہ والے ضابطہ سے قریب ہے)

(۵) اور ممکن ہے کسی مفتی صاحب کے ذہن میں یہ رائی ظاہر ہو کہ ابتداء میں دونوں کے اعتبار سے وقت کا ہونا ضروری ہے اسی طرح انتہاء میں بھی دونوں کے اعتبار سے وقت کا رہنا ضروری ہے ورنہ قربانی صحیح نہ ہوگی۔

اہل علم غور فرمائیں ایک جانب جمہور فقہاء کے بیان کردہ اصول اور ضابطہ عام المعتبر مکان الاضحیہ ہے جس پر عملاً اجماع امت کا قطعی سکّہ ہے، اس کے مقابل دوسری طرف یہ اقوال متعارضہ ہیں، پس لامحالہ اس مسئلہ میں اجماع سے انحراف ہورہا ہے۔

{وقت سے ہونے والا وجوب قطعاً وجوبِ ادا ہے}

جدید موقف کہ ''نفس وجوب کا سبب وقت ہے'' یہ ضابطہ ''سبب وجوب'' کے لفظ سے غلط فہمی سے برآمد ہوا ہے، کیونکہ اس لفظ ''سبب وجوب'' کے انفرادی وترکیبی معانی ومفاہیم کتب فقہ واصول میں مذکور ہیں اور اس کا موقع استعمال بھی فقہاء کے نزدیک معہود ومتعین ہے، مگر ایک طرف فقہاء کے معہود استعمال کا پس منظر مخفی اور دوسری جانب یہ مقدمات معلوم تھے کہ ایام نحر سبب وجوب ہے، اور سبب وجوب ہونے میں وہ اوقاتِ نماز کے مشابہ ہے اور نماز میں وقت آنے پر ذمہ کا مشغول بالواجب ہونا مشہور ہے جس

سے یہ سمجھ لیا گیا کہ سبب وجوب سے نفس وجوب ہوتا ہے۔

حالانکہ وقت خاص میں ہونے والا وجوب جو شرعاً مقصود ہے اور یہی وجوب حقیقۃً خطاب الٰہی سے ثابت ہوتا ہے اور یہی وجوب ہمیشہ اہلیت وجوب سے مؤخر ہوتا ہے، اسی کے تعدد و تکرار کی معرفت کے لئے سبب کا لفظ متعین کیا گیا ہے اور اسی وجوب کے متعلق فقہائے کرام شرائط وجوب کے تحقق سے کلام فرماتے ہیں اور اسی وجوب کے ثبوت کے لئے شرائط وجوب کا اعتبار عبادت موقتہ کے وقت اخیر میں کیا گیا ہے اور اسی وجوب کے ثبوت میں فاعل کے احوال یا وقت کی صفات مؤثر ہوتی ہے اور وقت اسی وجوب کے سببِ حقیقی کا قائم مقام یعنی ظاہری سبب ہے اور وقت میں انتقال کی وجہ سے سبب میں انتقال تسلیم کیا گیا ہے اور یہی وجوب وقت میں متصل بالاداء ہوتا ہے اور وقت بغیر اداء کے گذر جائے تو پھر یہی وجوب ہے جو لازماً وقت کے آخری لمحہ میں ثابت ہوجاتا ہے۔ تو جس وجوب کے یہ احوال ہیں اور اہل علم بخوبی واقف ہیں وہی اصطلاح فقہ کے اعتبار سے قطعی طور پر وجوب اداء ہے۔

{نماز میں وقت سے وجوب فی الذمہ کی نوعیت}

اور اگر اس وجوب کو کہیں فقہی عبارت میں (عبادت بدنی کے باب میں) نفس وجوب سے تعبیر کیا گیا ہے تو اس سے اہل علم کو دھوکا نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ نماز جن افعال وہیئت کے مجموعہ کا نام ہے اس کا صدور وقیام مکلف ہی کی ذات سے ہے تو اداء یعنی فعل کا محل

بھی ذات مکلف ہے جیسے نفس وجوب کا محل بھی وہی ہے اس لئے اداء کا وجوب بھی ذمہ ہی میں آتا ہے،لیکن اس سے نفس وجوب (اصطلاحی) سمجھنا غلط ہے کیونکہ

نفس وجوب کا ذمہ میں آنا باعتبار شرائط اہلیت کے ہے جس کا تحقق وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے اور وجوب اداء کا (نماز، روزہ میں) ذمہ میں ہونا باعتبار محلِ اداء کے ہے جو شرائط وجوب، اور سبب وجوب کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا ثبوت وقت کے ساتھ خاص ہے، لہذا نفس وجوب علی الاطلاق وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے اور جو وقت کے ساتھ خاص ہے وہ نفس وجوب نہیں ہے، اس لئے وقت کے ''سبب وجوب'' ہونے سے نفس وجوب (وجوب فی الذمہ) کے ثبوت پر استدلال کرنا ازروئے اصول صحیح نہیں ہے اور جب نماز کا وقت وجوب اداء کا سبب ہے تو پھر اس پر قیاس کر کے قربانی کا نفس وجوب وقت سے مراد لینا کب صحیح ہوسکتا ہے؟

{ایام نحر کو ملک نصاب پر قیاس قیاس مع الفارق ہے}

نیز بعض اہل علم نے قربانی کے سبب وجوب (وقت) کو زکوٰۃ کے سبب وجوب'' ملک نصاب'' پر (کہ دونوں مالی عبادت ہیں) قیاس کر کے قربانی کا نفس وجوب وقت سے مانا ہے۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ زکوٰۃ کے نفس وجوب کے لئے ملک نصاب جو شرط ہے وہ شرط اہلیتِ وجوب ہے اس کے بغیر زکوٰۃ کا اہل ہی نہیں

ہوگا، اور یہ '' ملک '' شرعاً علت اور فقہاً شرط ہے، لہذا یہ شرط فی معنی العلۃ ہے، وجوب فی الذمہ کے بعد وجوب اداء کے لئے شرعاً دو چیزیں ضروری ہیں، ایک نصاب کا نامی ہونا جس کے لئے شرع نے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے اسی لئے حولان حول کے بعد ہی اداء کا مطالبہ ہوتا ہے اس سے قبل نہیں، دوسری چیز نصاب کے تعدد سے وجوب کا متعدد ہونا ہے چنانچہ نے فقہاء نے وجوب اداء کے لئے حولان حول کو شرط اور نصابِ نامی کو سبب قرار دیا ہے اس لئے کہ سبب کے تعدد سے مسبب کا تعدد لازم ہے اس کے برعکس نہیں کیا گیا کیونکہ حولان حول کو سبب اور نصاب نامی کو شرط قرار دیا جاتا تو ہر سال وجوب اداء میں تکرار تو ضرور ہوتا مگر تعدد لازم نہ ہوتا۔ پس ملک نصاب شرط وجوب (فی الذمہ) ہے اور سبب وجوب (الاداء) نصاب نامی ہے مگر چونکہ ملک کا تعلق نصاب سے باعتبار مملوک ہونے کے قوی ہے، اس لئے نصاب کے تعدد سے گویا ملک بھی متعدد کہلاتی ہے، اگرچہ حقیقۃً ملک میں تعدد نہیں ہے پس مجازاً ملک نصاب کو سب وجوب بھی کہتے ہیں۔

لہذا نفس وجوب کا ثبوت ملک نصاب سے صرف بحیثیت شرط وجوب کے ہے اور وجوب اداء کا ثبوت سبب مع الشرط یعنی ملک نصاب نامی کی وجہ سے ہے اور یہ وجوب اداء حولان حول کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس لئے قربانی کے سبب وجوب سے کہ وہ وقت ہے ملک نصاب کی سببیت پر قیاس کرکے درانحالیکہ یہ وصف ہے نفس وجوب ثابت کرنا فقہی حقائق کے خلاف ہے۔

☆محیط برہانی کی ایک عبارت سے وہم کا ازالہ☆

محیط برہانی کی کتاب الاضحیہ فصل اول میں یہ مسئلہ اور جزئیہ مرقوم ہے۔

ولااضحیة علی المسافر۔ وان کان له اولاد بعضهم معه وبعضهم فی المصر فلیس علیه ان یضحی عن اولاد الذین معه وعلیه ان یضحی عن المقیمین فی المصر۔ وهذا علی الروایة التی توجب الاضحیة علی الاب عن ولده الصغیر۔ واعتبر حال من یضحی عنه لاحال المضحی۔

مسئلہ تو سب جانتے ہیں کہ غنی مسافر پر قربانی نہیں ہے البتہ جزئیہ کا حاصل یہ ہے کہ اسکی اولاد صغار میں سے بعض اسکے ساتھ سفر میں ہے اور بعض مقیم فی المصر ہے تو غیر ظاہر الروایت میں حسن ابن زیاد کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقیم فی المصر کی طرف سے اسکے مسافر باپ پر وجوب ہوگا (حالانکہ مسافر ہونے کی وجہ سے خود باپ پر وجوب نہیں ہے) اس سے معلوم ہوا کہ مضحی عنہ کے حال یعنی اقامت کا اعتبار کیا گیا اور مضحی کے حال یعنی سفر کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

عبارت مذکورہ کے آخری جملہ سے نئے موقف کے کسی قائل کو وہم ہوسکتا ہے کہ ''من علیہ الاضحیہ کے اعتبار کا نظریہ صحیح ہے'' سو جاننا چاہئے کہ وکالۃ قربانی میں من علیہ الاضحیہ یا مَنْ منہُ الاضحیہ کے وقت کا اعتبار سے مذکورہ جزئیہ کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ (۱) یہ غیر ظاہر الروایہ ہے۔ (۲) نیز وجوب میں اختلاف ہے۔ (۳) مذکورہ جزئیہ میں وجوب سے مراد اداء کا وجوب ہے نہ کہ نفس وجوب۔ (۴) من یضحی عنہ کے حال سے مراد اسکا

مقیم فی المصر ہونا اور مضحی کے حال سے اسکا مسافر ہونا مراد ہے۔(۵) غنی مسافر باپ پر بوجہ سفر کے وجوب اداء نہیں ہے۔(۶) من یضحی عنہ کیلئے من علیہ الاضحیہ ہونا ضروری نہیں ہے۔پس اس جزئیہ سے کسی بھی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قربانی کے نفس وجوب میں من علیہ الاضحیہ کے وقت کا اعتبار ہوگا اور اس ایک عبارت کے سوا جسکا تجزیہ آپ کے سامنے ہے پوری کتاب الاضحیہ میں ایسا نہ کوئی جزئیہ ہے اور نہ ہی کلیہ جس سے صراحۃً یا اشارۃً معلوم ہو کہ من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت خاص کی آمد یعنی اسکے جزء اول سے نفس وجوب ہو جاتا ہے۔

اس تنقیح کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اسلامی فقہ اکیڈمی کے ۱۹ سمینار منعقدہ ہانسوٹ گجرات میں ایک مفتی صاحب نے مسئلہ اضحیہ پر مذاکرہ کی نشست میں غالبًا مذکورہ جزئیہ پڑھکر بتایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’من علیہ الاضحیہ کے وقت کا اعتبار صحیح ہے‘‘ مگر یہ زعم اور وہم ہے۔اس لئے کہ یہ مسئلہ غیر ظاہر الروایت میں بروایت حسن ابن زیاد امام صاحب کے قول پر متفرع ایک جزئی ہے۔جبکہ امام محمد اور امام زفر کے نزدیک وجوب نہیں ہے اور ظاہر الروایت میں احناف کے نزدیک اولادِ صغار کی طرف سے غنی باپ پر نفس وجوب ہی نہیں چنانچہ فتوی ظاہر الروایت پر ہے اور وہی معمول بہ ہے۔

پس تعجب ہے کہ مسئلہ تو بالکل خاص جزئی شکل میں ہے اور نفس وجوب سے تو علاقہ بھی نہیں ہے پھر بھی وقت سے نفس وجوب کے ثبوت کا قاعدۂ کلیہ یعنی جدید موقف کو ثابت کرنے کے لئے ایسی جزئی کا سہارا لیا جا رہا ہے۔

اب اگر مذکورہ مسئلہ میں وجوب علی الاب الغنی المسافر کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی

مطلوب حاصل نہیں ہوتا کیونکہ من یضحی عنہ کے حال سے اسکا مقیم ہونا یعنی اقامت مراد ہے نہ کے وقت نیز یہ کہ وجوب سے مراد وجوب ادا ہے نہ کہ نفس وجوب کیونکہ غنی مسافر پر شرط اقامت نہ ہونے کی وجہ سے ادا کا وجوب نہیں اور غنا کی وجہ سے نفس وجوب قائم ہے یہی وجہ ہے کہ بارہوی کے غروب سے پہلے اگر مقیم ہو گیا تو خطاب متوجہ ہوگا اسلئے کہ وجوب ادا میں آخر وقت کا اعتبار ہے۔مزید براں یہ مسئلہ مفتی بہ اس لئے بھی نہیں ہے کہ مسافر باپ پر وجوب ادا نہیں تو اولاد صغار کی طرف سے وجوب کیونکر ہو اسلئے کہ شرط اقامت دفع حرج ومشقت کیلئے رکھی گئی ہے۔دیکھئے (تمییز الطرقات)

حاصل یہ کہ محیط برہانی کے مذکورہ جزئیہ اور اسکی عبارت سے قطعا جدید موقف ثابت نہیں ہوتا۔

{ایقاظ الفقیر لادراک البصیر}

سابقہ دونوں مقالوں کے ذریعہ قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل اور جمہور فقہائے امت کے موقف کا حق ہونا اور جدید فتاوٰی کے موقف کا باطل ہونا بالکل ظاہر ہو چکا ہے اس کے باوجود بھی اگر کسی کو یہ سب بحث ونظر اور تنقید وتنقیح فضول خامہ فرسائی معلوم ہوتی ہیں تو جزم اور حزم کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ وجوب فی الذمہ ثابت کرنے کے لئے ''سبب وجوب'' کے لفظ کو بنیاد قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے حقائق ومسلمات فقہیہ کا انکار، اصول شرع سے انحراف اور اجماع عملی ''تعامل'' کا ابطال لازم آرہا ہے۔

مسئلہ قربانی کے سلسلہ میں بحث ونظر کو ختم کرتے ہوئے اہل علم کے

فکر کو مہمیز لگانے کے لئے یہ چند ایقاظات پیش خدمت ہیں ۔وقت سے نفس وجوب کا ثبوت اور وقت نہ آئے تو نفس وجوب ہی نہیں دراصل یہ حقیقت ہے شرط کی اگر چہ شرط کا نام نہ لیا جائے بلکہ مفتی شبیر احمد صاحب مرادابادی دامت برکاتہم نے اپنے فتوی میں صراحتًا شرط کا لفظ بھی استعمال کیا ہے پس سبب وجوب یعنی وقت ہی سے نفس وجوب کے ماننے والے وقت کو شرط وجوب کی (جو کہ شرط اہلیت ہے وجوب ادا کی) حیثیت دے رہے ہیں حالانکہ وقت شرط ادا تو ہے لیکن شرط وجوب ہرگز نہیں ہے۔اسلئے یہ عرض ہے کہ

(ایقاظ اول) نفس وجوب کے ثبوت کے لئے وہ شرائط (جن سے وجوب اداء کی اہلیت پیدا ہوتی ہے جیسے اسلام، عقل، بلوغ، اور غناء وغیرہ) ان کا ہونا ضروری ہے، بغیر شرائط کے نفس وجوب نہیں ہوسکتا۔ پس اگر وقت ہی سے نفس وجوب ہوتا ہے یعنی وقت کی آمد کے بغیر اہلیت وجوب نہیں ہوتی تو شرائط اہلیت کی طرح وقت کا شرائط میں ہونا دلائل شرعیہ سے ثابت کیا جائے ۔کیونکہ نفس وجوب کے بغیر وقت سبب وجوب بھی نہیں ہوسکتا ہے، اور غنی (مالک نصاب) کے حق میں وقت کا سبب وجوب ہونا دلیل ہے کہ نفس وجوب قبل از وقت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ فقیر کے حق میں جب تک غناء کا تحقق نہ ہو شرعا وقت سبب وجوب نہیں کہلاتا۔

(ثانی) ملک نصاب کی وجہ سے ذمہ کا مشغول بالواجب ہوجانا قطعی اور متفق علیہ

ہے، چنانچہ مالک نصاب کے لئے اخذِ صدقہ حرام ہے، پس زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کی طرح قربانی کا بھی نفس وجوب یقینا ہو گیا، کیونکہ یہ بات فقہاء کے نزدیک مسلم ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہو گئی اس کے ذمہ صدقہ اور قربانی بھی واجب ہے اور اکابر کی تحریرات میں بھی اسی طرح ہے ،شرعاً نفس وجوب میں تینوں کے مابین کوئی فرق نہیں ،(رہا زکوٰۃ کے لئے نصاب کا نامی ہونا سو یہ وجوب اداء کی شرط ہے، نامی ہونے کے لئے شرعاً ایک سال کی مدت مقرر کی گئی ہے، اس لئے حولان حول کو وجوب اداء کی شرط کہتے ہیں)۔اب اگر مالک نصاب ہونے کے باوجود قربانی کا وجوب فی الذمہ نہیں مانتے ہیں تو حرمۃ اخذِ صدقہ کس اعتبار سے کہیں گے؟ اگر صرف زکوٰۃ وصدقۃ الفطر کے اعتبار سے کہا جائے جب کہ غناء تینوں میں یکساں شرط ہے، تو لازم آئیگا کہ غنی پر آن واحد میں صدقہ لینا حرام ہے اور صدقہ لینا جائز بھی ہے، وھومحال شرعاً۔ یا پھر شرعی اعتبار سے اخذ صدقہ کی حرمت کو ایام نحر کے ساتھ خاص ہونا ثابت کیا جائے ،ورنہ تسلیم کیا جائے کہ قربانی کا بھی نفس وجوب غناء ویسار سے متحقق ہو جاتا ہے۔

(ثالث) نذرِ اضحیہ سے بالاتفاق قربانی ذمہ میں واجب ہو جاتی ہے، یہ ایجاب بندہ کی طرف سے ہے جو کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور ایجاب بالنذر شرعاً ایجاب بالغناء کے مشابہ ہے اور یہ من جانب اللہ ہے ان دونوں سے وجوب فی الذمہ کے ثبوت میں فقہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہذا نذر سے وجوب فی الذمہ تو فوراً ہوا اور غناء کے تحقق

کے بعد بھی قربانی کا وجوب ذمہ میں نہ ہو جیسا کہ وہ کہتے ہیں جب تک کہ یوم النحر نہ آئے یہ فرق صریح دلائل سے ثابت کیا جائے ورنہ نفس وجوب کا تحقق صبح یوم النحر کی قید کے بغیر نذر اضحیہ کی طرح تسلیم کیا جائے۔

(رابع) اگر یوم النحر کے شروع میں فقیر نے قربانی کی اور ایام نحر کے ختم ہونے سے پہلے وہ غنی ہو گیا تو فقہاء بالاتفاق فرماتے ہیں کہ قربانی واجب ہوگی اور شروع میں کی گئی قربانی واجب کی طرف سے اداء نہیں کہلائے گی، اب اگر وقت کے جزء اول سے نفس وجوب مانتے ہیں، تو فقیر کی قربانی نفس وجوب کے بعد وقت اداء میں کی گئی ہے اس لئے قربانی جدید موقف کے رو سے واجب الاعادہ نہ ہونی چاہیئے پس اسے ثابت کیا جائے اور اگر کہا جائے کہ شرطِ غنا نہ ہونے کی وجہ سے قربانی واجب نہ ہوئی تھی اب غنا کے بعد وجوب ہوا ہے تو پھر تسلیم کیا جائے کہ نفس وجوب وقت سے نہیں بلکہ غناء سے متحقق ہوتا ہے۔

(خامس) اگر غنی نے ابتدائے وقت میں قربانی نہیں کی یہاں تک کہ آخر وقت میں یعنی بارہویں کے غروب سے قبل وہ فقیر ہو گیا تو بالاتفاق فقہاء فرماتے ہیں کہ قربانی ساقط ہوگئی اس لئے کہ نفس وجوب ہی ختم ہو گیا۔ اور وقت سے نفس وجوب ماننے کی صورت میں قربانی ساقط نہ ہوگی (کیونکہ نفس وجوب کے بعد صحت اداء کے لئے وقت شرط ہے پس نفس وجوب بھی حاصل ہے اور وقت اداء بھی موجود ہے) لہذا عدم سقوط کو ثابت

کیا جائے ورنہ تسلیم کیا جائے کہ نفس وجوب کی بنیاد غناء ہے نہ کہ وقت۔

(سادس) بالاتفاق شرائط وجوب کا اعتبار آخر وقت میں ہوتا ہے (دیکھئے کتب اصول اور مضمون ''وقتِ وجوب میں شرائط کا اعتبار'' (مقالہ تمییز الطرقات لتحقق الشرائط للقربات میں) جیسا کہ اوپر (نمبر ۴ اور ۵) کے دونوں متفق علیہ جزئیہ سے بھی ظاہر ہے۔ پس اگر شرط غنا کے ساتھ وقت کے جزء اول سے نفس وجوب مانتے ہیں تو پھر شرائط کا اول وقت سے ہونا ضروری یعنی شرط قرار پائے گا جو کہ خلافِ اصول ہے، لہذا اول وقت میں شرائط وجوب کا اعتبار ثابت کیا جائے ورنہ تسلیم کیا جائے کہ وقت کا جزء اول بغیر شرط کے نفس وجوب کے لئے تو کیا وجوب اداء کے لئے بھی متعین نہیں ہے۔

(سابع) وقت سے نفس وجوب کا تحقق ماننے کی صورت میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ وقت گذر جانے پر نفس وجوب زائل ہو گیا یا برقرار ہے، اگر کہا جائے کہ زائل ہو گیا (اور شرط کے فوت ہونے کا عقلاً وشرعاً یہی نتیجہ ہوتا ہے) پھر من علیہ الاضحیہ کے اعتبار سے وقت ختم ہو جانے اور مکان اضحیہ میں وقت موجود رہنے کی صورت میں جوازِ اضحیہ کا جو فتویٰ دیا گیا ہے وہ سب واجب الرجوع ہے۔ اسلئے کہ نفس وجوب کے ختم ہو جانے سے نہ اداء ہے اور نہ قضاء۔ اور اگر نفس وجوب موجود ہے (حالانکہ جب وقت کو نفس وجوب کی علت یا شرط قرار دیا تو معلول بغیر علت کے یا مشروط بغیر شرط کے کیسے باقی رہیگا۔) بہر کیف دوسرے یوم النحر کی آمد پر نفس

وجوب کا تحقق پھر مانتے ہیں تو یہ تحصیل حاصل ہے(وھو باطل)اوراگر سابق نفس وجوب پراکتفاء کرتے ہیں تونفس وجوب قبل یوم النحر ثابت ہوا۔

(ثامن) علاوہ ازیں وقت کے جزء اول کے ساتھ نفس وجوب کو خاص کرنے والے اہل علم کے لئے ایک لمحۂ غور وفکر یہ بھی ہے کہ کتب فقہ واصول میں انتقالِ سببیت فی الوقت ،اعتبار اہلیت فی آخر الوقت، نیز احکام وضعیہ (شرط،سبب،علت) کی ابحاث میں اگر جدید موقف کے موافق تقریر کی گئی تونفس الامر کے خلاف تشریح ہوگی مثلاً سبب وجوب سے جس وجوب کا تحقق ہوتا ہے جمہور فقہاء اس میں انتقال کے قائل ہے یعنی الوجوب المتصل بالاداء لہذا جزءاول متعین نہیں ہے جبکہ جدید موقف والے ثبوت فی الجزء الاول کے قائل ہورہے ہیں اوروہ بھی نفس وجوب کے جس میں انتقال نہیں ہےاور جوادا سے منفک ہوتا ہےاور یہاں سبب کا مسبب سے وقت کے اندر اتصال ہوتا ہے۔اورجب کتابی تقریر نفس الامر کے مطابق ہوگی تو وقت سے نفس وجوب کے ثبوت کا موقف خلافِ واقعہ ہوگا۔فافہم وتدبر

غرض شرعی وفقہی دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ نفس وجوب کا مدار ان امور واوصاف پر ہے جوفقہاء کے نزدیک شرائط وجوب کہلاتے ہیں اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود ہوتا ہے اور مشروط بغیر شرط کے نہیں ہوتا اذافات الشرط فات المشروط مشہور قاعدہ ہے۔ پس یہ نظریہ کہ ''سبب وجوب مثلاً وقت ہوگا تونفس وجوب ہوگا ورنہ نہیں'' اس سے وقت کونفس وجوب کے حق میں

شرط قرار دینا ہے جب کہ قربانی کے باب میں وقت کوسبب وجوب کہا گیا ہے اور یہ سبب یہاں پر نہ فی معنیٰ العلۃ ہے اور نہ فی معنیٰ الشرط۔ البتہ مفضی الی الاداء ضرور ہے اور یہی حقیقت ہے سبب کی جو شرعاً ملحوظ ہے یہی وجہ ہے کہ فقہ میں صراحت ہے کہ سبب پائے جانے کے باوجود اگر شرط نہیں ہے تو وجوب نہیں ہوگا۔ مثلاً دیکھئے **والدلیل علی سببیۃ الوقت امتناع التقدیم علیہ کامتناع تقدیم الصلوٰۃ وانما لم تجب علی الفقیر لفقد الشرط وھو الغنٰی وان وجد السبب۔** (شامی ج۵ ص ۲۲۰) معلوم ہوا کہ سبب کے ذریعہ جس چیز کا ثبوت ہوتا ہے وہ شرط وجوب پر موقوف ہے لہٰذا شرط وجوب مقدم ہوئی سبب وجوب سے اور شرط کا تحقق سبب پر موقوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ شرط سے نفس وجوب کا تعلق ہے اور سبب سے وجوب اداء کا اور نفس وجوب کا ہونا وجوب اداء سے پہلے یقیناً ضروری ہے جو کہ مالی عبادتوں میں غنا سے ہے۔ دیکھئے "**رأس یمونہ ویلی علیہ**" سبب وجوب ہے مگر غنا کے بغیر صدقۃ الفطر کا نفس وجوب نہیں ہوگا، "بیت اللہ" سبب وجوب ہے مگر اہل آفاق کے حق میں استطاعت کے بغیر حج کا نفس وجوب نہیں ہوگا، اسی طرح ملک نصاب کے بغیر زکوٰۃ کا نفس وجوب بھی نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ شرط وجوب سبب سے مقدم ہے۔ پھر جدید موقف کے قائلین کیسے کہتے ہے کہ "جب تک سبب وجوب یعنی وقت نہ آئے نفس وجوب ہی نہیں ہوگا" اور کیسے یہ لکھتے ہیں کہ "وقت آ گیا تو نفس وجوب ہو گیا اب شرائط ہوں گے تو واجب قربانی اداء ہو جائیگی" وغیرہ وغیرہ۔

{حسن الاختتام فی بیان تضحیۃ الانعام}

خلاصۂ تحقیق اور حاصل کلام یہ ہے کہ قربانی کا وجوب مالک نصاب ہوتے ہی باتفاق فقہائے امت ذمہ میں آجاتا ہے یہاں تک کہ عامۃ المسلمین بھی اس سے واقف ہیں چنانچہ ایسے غنی کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اب تو اس پر فقیر ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہوجاتا ہے اور یہی ہے نفس وجوب، اور نفس وجوب کے بعد اداء یعنی ذبح جس کا محل اضحیہ ہے اسکے لئے مطلقاً مکان اضحیہ ہی کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا، یہ دونوں ضابطے بالکل بے غبار اور غیر مختلف فیہ ہیں اور اداء سے متصل وقت مقدم کو انتقال سببیت کی وجہ سے فقہاء سبب وجوب قرار دیتے ہیں اسلئے ہر غنی کی واجب قربانی وقت میں سبب وجوب کے بعد ہی ہوتی ہے قطع نظر اس سے کہ من علیہ الاضحیۃ کسی مقام پر ہو۔ اس طریق سے فقہ اور اصول کے سارے ضوابط برقرار رہتے ہیں نہ اصول کی مخالفت اور نہ تعامل کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور نہ فقہی مسلمات سے تعارض ہوتا ہے۔ نیز دفع حرج یعنی یسر و سہولت بھی ملحوظ ہے **فللّٰہ درّ الفقھاء جزاھم اللہ عنّا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔** اور سلف صالحین وخلف متقین اور عامۃ المسلمین کا اس کے مطابق تعامل ہے جس میں حرم میں کی جانے والی اہل آفاق کی بے شمار قربانیاں اور غیر منقسم ہندوستان کے قدیم وجدید مدارس اسلامیہ میں اہل مغرب ومشرق کی بکثرت قربانیاں شامل ہیں اور اکابر و اسلاف علمائے دیوبند جو **اعمقھم علماً وامثلھم طریقۃ** کے مصداق تھے اور فقہی

حقائق ان کے سامنے مستحضر تھے وہ سب مطلقاً المعتبر مکان الاضحیة پر عمل پیرا تھے ۔فلنا فی اتباعهم اسوة و فی اصول الشریعة حجة ۔ فقط و الله اعلم وعلمه اتم واحکم

فلله المنة و الفضل علی ما وفقنی لتحقیق هذاالمقام فی ضوء ما بینه أئمة الدین وفقهاء الامة من الشرائع و اصول الاحکام لتحفظ الشریعة لخیر الخلق و الانام و الصلوة و السلام علی من ضحی عن امته المرحومة قبل وجود اوقاتهم و الایام وعلی اصحابه الذین قوموادین الاسلام الذی رضی عنه الملک ذو الجلال و الاکرام، وعفا الله عنّا وعن علمائنا ما فرط من اقلامهم بزلّة الافهام، ونسأل الله ان یجعل هذه الجهود سبباً لمغفرة عبده الغریق فی بحر الآثام وعند لقائه ذریعةً لحسن الخاتمة بکلمة الاسلام۔

رشید احمد فریدی

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مدرسہ مفتاح العلوم تراج ضلع سورت

تائید کرنے والوں کے اسمائے گرامی

قربانی کے سلسلہ میں امت کا تعامل اصول وفروع کے اعتبار سے آفتاب نصف النہار کی طرح بالکل روشن ہے اسلئے راقم کی تحقیق سے اہل علم وفضل کو اتفاق ہے چند اہل علم کے اسمائے گرامی جو بلا تکلف راقم کو معلوم ہوئے پیش خدمت ہے۔ان میں اکثر حضرات نے مقالات کو ملاحظہ کرنے کے بعد تائید سے سرفراز فرمایا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

گجرات

۱) مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری رحمۃ اللہ سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۲) مولانا ابراہیم صاحب پٹنی مدظلہ العالی سابق استاذ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۳) مولانا مفتی ابراہیم صاحب آچھودی مدظلہ العالی استاذ حدیث وفقہ جامعہ عربیہ گودھرا

۴)مولانا مفتی اکرام الدین صاحب زید مجدہٗ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم اشرفیہ راندیر
۵) مولانا قاری رشید احمد اجمیری صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر
٦) مولانا طلحہ بن بلال منیار سورتی زید مجدہٗ تلمیذ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ شامی
۷)مولانا شوکت علی صاحب زید مجدہٗ شیخ الحدیث دار العلوم سعادت دارین ستپون بھروچ
۸)مولانا عبد اللہ صاحب کاوی مدظلہ العالی مفتی مدرسہ اسلامیہ عربیہ کنتھاریہ بھروچ
۹)مولانا مفتی غلام اللہ صاحب زید مجدہٗ استاذ حدیث وفقہ مدرسہ اسلامیہ کنتھاریہ
۱۰)مولانا مفتی عقیل صاحب قاسمی زید مجدہٗ استاذ حدیث و فقہ جامعہ حسینیہ راندیر
۱۱) مولانا مفتی قاسم صاحب مانگھرولی زید مجدہٗ استاذ حدیث وفقہ جامعہ حسینیہ راندیر
۱۲)مولانا مفتی ابراہیم صاحب گجیا زید مجدہٗ ناظم مدرسہ دار الاحسان بارڈولی گجرات۔
۱۳)مولانا رضی عالم صاحب قاسمی زید مجدہٗ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ہدایت الاسلام عالیپور
۱۴)مولانا مفتی رشید احمد لاجپوری زید مجدہ استاذ حدیث جامعہ القرآت کفلیتہ
۱۵)مولانا مفتی شفیق الرحمن قاسمی زید مجدہ استاذ حدیث جامعہ زکریا جوگواڑ

دیگر صوبہ جات

۱٦)مولانا اسحاق صاحب مدظلہ العالی تلمیذ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی،قصبہ نوح میوات
۱۷)مولانا مفتی جمیل احمد نذیری اعظمی صاحب مدظلہ العالی رکن تاسیسی اسلامی فقہ اکیڈمی
۱۸)مولانا عبد الرشید مظاہری زید مجدہٗ ناظم تعلیمات مدرسہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ
۱۹)مولانا عبد الرب اعظمی زید مجدہٗ ناظم جامعہ عربیہ انوار العلوم اعظم گڑھ
۲۰)مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب زید مجدہٗ مفتی و مہتمم مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ
۲۱)مولانا مفتی ریاست علی رامپوری صاحب زید مجدہٗ مفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ۔
۲۲)مولانا مفتی فاروق صاحب مدظلہ العالی مرتب فتاوی محمودیہ و شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ میرٹھ۔

۲۳)مولانا مفتی سلمان صاحب زیدمجدہٗ ابن حضرت مولانا عمار صاحب الہ آباد۔
۲۴)مولانا مفتی یوسف صاحب تاولوی مدظلہ العالی، استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند۔
۲۵)مولانا مفتی مجدالقدوس صاحب مدظلہ العالی مفتیؒ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
۲۶)مولانا مفتی فاروق صاحب بڑودوی زیدمجدہٗ استاذ تفسیر وحدیث اشاعت العلوم اکل کنواں
۲۷)مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب فتحپوری مدظلہ العالی مقیم مرکز المعارف بمبئی۔
۲۸)مولانا عزیز الحق صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ، پانسکوڑہ مغربی بنگال
۲۹)مولانا مفتی نذیر احمد کشمیری صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث ومفتی دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر۔
۳۰)مولانا مفتی ریاض احمد صاحب زیدمجدہٗ استاذ حدیث مدرسہ مفتاح العلوم میل وشارم تامل ناڈو
۳۱)مولانا انیس خاں صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سیلم تامل ناڈو
۳۲)مولانا مفتی اکرام الحق صاحب زیدمجدہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم لطیفیہ سردارشہر راجستھان
۳۳)مولانا محمد یامین صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ خادم الاسلام ہاپوڑ
۳۴) مولانا مفتی مرشد عالم زیدمجدہٗ مفتی مدرسہ برکات الاسلام کھیروا راجستھان
۳۵)مولانا مفتی ثوبان اعظم دربھنگوی زیدمجدہٗ رکن اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا
۳۶)مولانا مفتی ریاض احمد قاسمی زیدمجدہٗ استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر بہار
۳۷)مولانا مفتی اسماعیل صاحب قاسمی زیدمجدہٗ مالیگاوی رکن شوری دارالعلوم دیوبند
۳۸)مولانا انصار علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم حیدرآباد
۳۹)مولانا مفتی عبدالودود صاحب زیدمجدہ استاذ فقہ حیدراباد
۴۰)مولانا بدر احمد مجیبی ندوی مدظلہ العالی پھلواری شریف، پٹنہ
۴۱)مفتی سہیل احمد قاسمی مدظلہ العالی مفتی امارتِ شرعیہ پٹنہ

دیگر ممالک

۴۲)مولانا حسان صاحب مدظلہ العالی خلیفہ شیخ الحدیثؒ مکۃ المکرمہ
۴۳)مولانا اسماعیل صاحب بدات خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ مدینہ منورہ
۴۴)مولانا مفتی ابراہیم صالح جی مہتمم مدرسہ تعلیم الدین اسپنکو بیچ ساؤتھ افریقہ
۴۵)مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ العالی صدر مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ زکریا ساؤتھ افریقہ
۴۶)مولانا مفتی سعید متالا صاحب مدظلہ العالی مفتی مدرسہ عربیہ آزادویل ساؤتھ افریقہ
۴۷)مولانا مفتی شفیق الاسلام صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث ڈھاکہ بنگلہ دیش
۴۸)مولانا مفتی شمس الدین صاحب مدظلہ العالی استاذ حدیث مدرسہ ابوحنیفہ کراچی پاکستان
۴۹)مولانا عبدالاول صاحب مدظلہ العالی مقیم وال سال (برطانیہ)
۵۰)مولانا اشرف صاحب بھولا کفلیتوی زید مجدہٗ مقیم باربادوس
۵۱)مولانا ضمیر الدین قاسمی صاحب مدظلہ العالی مقیم لندن
۵۲)مولانا مفتی خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی کینیڈا

اِعلام للاَعلام

وجوب فی الذمہ کی بنیاد، سببِ وجوب سے مراد اور ذبحِ اضحیہ کیلئے وقت کی رعایت میں مکانِ اضحیہ ہی کے اعتبار پر سلف وخلف سے منقول و متفق علیہ موقف کی حمایت میں تحقیقی واصولی مباحث اور مدلل و مفصل رسائل

(۱) تَحْقِيقُ الْكَلَامِ فِي بَيَانِ السَّبَبِ لِوُجُوبِ الْأَحْكَامِ

(۲) رَفْعُ الْاِرْتِيَابِ مِنْ سَبَبِيَّةِ الْوَقْتِ لِلْمُؤَقَّتَاتِ

(۳) تَمْيِيْزُ الطُّرُقَاتِ لِتَحَقُّقِ الشَّرَائِطِ لِلْقُرُبَاتِ

(۴) نُورُ السَّنٰى لِمَنْ يَجِبُ عَلَيْهِ الْأُضْحِيَّةُ بِالْغِنٰى

(۵) كَشْفُ الْغِطَاءِ عَنِ اعْتِبَارِ الْوَقْتِ لِمَحَلِّ الْأَدَاءِ

(۶) تَعَقُّبُ الْفَرِيْدِ عَلٰى تَخْصِيْصِ الْوُجُوْبِ بِصُبْحِ الْعِيْدِ

مذکورہ مقالات کا مجموعہ بھی اشاعت پذیر ہوگا ان شاءاللہ جس میں مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر بسط کے ساتھ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

وکل آتٍ قریب

ماآخذو مراجع

جن سے اصل مقالات میں استفادہ کیا گیا

(۱) القرآن المجید
(۲) مسلم شریف مع شرح للنووی
(۳) حجۃ الوداع (الشیخ الحدیثؒ)
(۴) تفسیر کبیر
(۵) تفسیر قرطبی
(۶) تفسیر بیضاوی
(۷) بیان القرآن
(۸) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

(۹) الھدایہ (۱۰) البنایہ شرح الھدایہ

(۱۱) العنایہ شرح الھدایہ (۱۲) فتح القدیر شرح الھدایہ

(۱۳) تکملۂ فتح القدیر شرح الھدایہ (۱۴) شرح الوقایہ

(۱۵) عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ (۱۶) السعایہ شرح الوقایہ

(۱۷) شرح النقایہ (۱۸) کنز الدقائق

(۱۹) البحر الرائق شرح الکنز (۲۰) تبیین الحقائق شرح الکنز

(۲۱) فتح المعین حاشیۂ کنز لملا مسکین (۲۲) حاشیۂ چلپی علی التبیین

(۲۳) الکتاب (قدوری) (۲۴) نور الایضاح

(۲۵) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (۲۶) طحطاوی حاشیہ علی المراقی

(۲۷) غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی (۲۸) بدایۃ المجتہد

(۲۹) الدر المنتقی (۳۰) الدر المختار

(۳۱) رد المحتار (شامی) (۳۲) مجمع الانہر

(۳۳) ملتقی الابحر (۳۴) مبسوط للسرخسی

(۳۵) الفتاویٰ الھندیہ (عالمگیری) (۳۶) النُتف فی الفتاوی

(۳۷) فتاویٰ النوازل (۳۸) فتاوی قاضیخان علی ھامش العالمگیری

(۳۹) الفقہ علی مذاھب الاربعۃ (۴۰) اصول الشاشی

(۴۱) نور الانوار (۴۲) قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار

(۴۳) فتح الغفار بشرح المنار (۴۴) حسامی

(۴۵) حاشیۂ حسامی (۴۶) تقریر و تحبیر

(۴۷) توضیح و تلویح (۴۸) اصول الفقہ

(۴۹) حجۃ اللہ البالغۃ (۵۰) مختصر المعانی

(۵۱) اوقات الصلاۃ (تقویم) (۵۲) اعیان الحجاج

(۵۳) فتاوی علم و حکمت (۵۴) انوار حج و عمرہ